حصّہ پنجم

حضرتؑ کی ذات پر اعتراضات

۱۔ ابنِ مریمؑ کیسے ہوئے

اعتراض:۔ مرزا صاحب "ابن مریم" کس طرح ہو گئے آپ کی والدہ کا نام تو چراغ بی بی تھا۔

جواب:۔ (۱) اِطْلَاقُ اِسْمِ الشَّیْءِ عَلٰی مَا یُشَابِھُهٗ فِیْ اَکْثَرِ خَوَاصِّهٖ جَائِزٌ حَسَنٌ۔ (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۶۸۹) کہ ایک چیز کا نام دوسری چیز کو (جو اکثر خواص میں اس سے ملتی ہو) دینا جائز ہے۔

(۲) اسم عَلَم بھی بطور مجاز دوسرے کے لئے بولا جاتا ہے چنانچہ بلاغت کی کتاب تلخیص المفتاح صفحہ ۵۹، ۶۰ میں لکھا ہے:۔ "وَلَا تَکُوْنُ عَلَمًا ..... اِلَّا اِذَا تَضَمَّنَ نَوْعَ وَصْفِیَّۃٍ کَحَاتِمٍ" کہ علم استعارہ استعمال نہیں ہوتا ہاں جب کوئی صفت پائی جائے تب اسم علم بھی استعمال ہو سکتا ہے جیسے حاتم ہے۔ (از محمد عبدالرحمٰن قزوینی خطیب جامع دمشق)

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ فِیْ زُھْدِهٖ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی اَبِی الدَّرْدَاءِ" (منصب امامت صفحہ ۱۰۳ مصنفہ سید اسمٰعیل شہیدؒ) کہ تم میں سے جو شخص عیسیٰ بن مریم کو زہد کی حالت میں دیکھنا چاہے وہ حضرت ابو درداء کو دیکھے۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو "یوسف والیاں" قرار دیا ہے چنانچہ بخاری شریف میں ہے اِنَّکُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اہل العلم صفحہ ۹۲ وجلدا صفحہ ۹۲ و صفحہ ۹۳ مطبع الہیہ مصر)

اس کا ترجمہ تجرید بخاری مترجم اُردو سے نقل کیا جاتا ہے:۔ "چنانچہ حفصہؓ نے عرض کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ٹھہرو بیشک یقیناً تم لوگ یوسف کی ہمنشین عورتیں ہو۔" (تجرید جلد ا صفحہ ۹۰)

نوٹ:۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ صَوَاحِبُ جمع ہے صَاحِبَۃٌ کی جس کے معنی ہیں "بیوی" جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:۔ "اَنّٰی یَکُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَکُنْ لَّهٗ صَاحِبَۃٌ" (الانعام: ۱۰۲) کہ خدا کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اس کی بیوی کوئی نہیں ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج مطہرات کو صَوَاحِبُ یُوْسُفَ قرار دینے کے کیا معنی ہوئے۔

(۵) حضرت خواجہ میر درد دہلوی فرماتے ہیں:۔

اللہُ! اللہُ! ہر انسان بقدرتِ کاملہ حق تعالیٰ عیسیٰؑ وقتِ خویش است و ہر دم اُو را برائے خود معاملہ نفس عیسوی درپیش است۔ (رسالہ درد مطبع شاہجہانی بھوپال صفحہ ۲۱)

(۶) شیخ معین الدین اجمیریؒ فرماتے ہیں ؎

دمبدم رُوح القدس اندر معینے میدمد
من نے گویم مگر من عیسیٰؑ ثانی شدم

(دیوان خواجہ معین الدین چشتیؒ صـ۱۶ بحوالہ عسل مصفیٰ جلد ۱ صـ۶۲۳)

(۷) ابن مریم ہونے کے متعلق تفصیل بحث الہامات پر اعتراضات کے جواب زیر عنوان "ابن مریم بننے کی حقیقت" پاکٹ بک ہذا صفحہ ۶۴۰ تا ۶۴۴ پر ملاحظہ ہو۔

۲۔ کسرِ صلیب

مسیح موعودؑ نے تو آکر کسرِ صلیب کرنی تھی؟

جواب :- الف۔ علامہ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح بخاری نے لکھا ہے: "فُتِحَ لِیْ ھُنَا مَعْنًی مِنَ الْفَیْضِ الْاِلٰھِیِّ وَھُوَ اَنَّ الْمُرَادَ مِنْ کَسْرِ الصَّلِیْبِ اِظْھَارُ کَذِبِ النَّصَارٰی" (عینی شرح بخاری جلد ۵ صـ۵۸۴ مصری) کہ مجھ کو اس مقام پر فیضِ الٰہی سے الہاماً یہ بتایا گیا ہے کہ کسرِ صلیب سے مراد عیسائیت کو جھوٹا ثابت کرنا ہے۔

ب۔ حضرت حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں :-

"اَیْ یُبْطِلُ دِیْنَ النَّصْرَانِیَّۃِ" (فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۶ صـ۳۵)

یعنی کسرِ صلیب کا مطلب دین عیسائیت کا ابطال ہے۔

ج۔ حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کسرِ صلیب کے یہی معنی کئے ہیں لکھتے ہیں "اَیْ یُبْطِلُ النَّصْرَانِیَّۃَ" (مرقاۃ جلد ۵ صـ۲۲۱) یعنی مسیح موعود نصرانیت کو جھوٹا ثابت کرے گا۔

د۔ علامہ نووی نے بھی یہی معنے کئے ہیں۔

(دیکھو نووی شرح مسلم جلد ۱ صـ۸۷ کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ بن مریم)

ھ "یُرِیْدُ اَبْطَالًا لِشَرِیْعَۃِ النَّصَارٰی" (مجمع بحار الانوار جلد ۲ صـ۲۵۶) کہ کسرِ صلیب کا مطلب عیسائیت کا ابطال ہے۔

و۔ باقی رہا یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے زمانہ ہی میں عیسائیت کو نیست و نابود کیوں نہیں کر دیا؟ تو سنو!۔

جواب (۱) قرآن مجید میں ہے۔ "جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا" (بنی اسرائیل: ۸۲) کہ حق (قرآن) آیا اور باطل (کفر) بھاگ گیا اور باطل بھاگنے ہی والا ہے۔ اب قرآن مجید کے آنے سے جس طرح دُنیا سے باطل بھاگ گیا ہوا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے آنے سے عیسائیت بھی تباہ ہو چکی ہے۔

(۲) اصل بات وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائی۔ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ (الانفال: ۴۳ ع ۵) کہ ہلاک وہ ہوا جو دلائل سے مغلوب ہوا۔

(۳) حدیث میں بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ۔ (بخاری کتاب المناقب باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ باب فضائل النبی ص۵۱۵ اصح المطابع) کہ میں ماحی ہوں یعنی اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ کفر کو دنیا سے مٹا دے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث ہوئے ۱۳۷۰ برس گزر گئے کیا ظاہری طور پر کفر دنیا سے مٹ گیا؟ پھر اس جگہ اتنے بیتاب ہونے کا کیا باعث ہے۔

۴۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غلبۂ اسلام کا ہونا اپنے زمانہ میں قرار دیا ہے اور "زمانہ" کے متعلق حضرت فرماتے ہیں:۔

ا۔ "مسیح موعود کا زمانہ اس حد تک ہے جس حد تک اس کے دیکھنے والے یا دیکھنے والوں کے دیکھنے والے اور یا پھر دیکھنے والوں کے دیکھنے والے دنیا میں پائے جائیں گے اور اس کی تعلیم پر قائم رہیں گے غرض قرونِ ثلاثہ کا ہونا برعایت منہاج نبوۃ ضروری ہے۔"

(تریاق القلوب ص۱۵۳ حاشیہ تقطیع کلاں وص۲۹۹ حاشیہ تقطیع خورد)

ب۔ "یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مریگی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی۔ مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین ص۶۵ طبع اول ۱۹۰۳ء بڑی تقطیع ص۶۷)

ج۔ "خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو دنیا میں وہ پھیلانا چاہتے ہیں۔ اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے، لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا۔" (الوصیت ص۷ طبع اول)

د۔ "پوری ترقی دین کی کسی نبی کی عین حیات میں نہیں ہوئی۔ بلکہ انبیاء کا یہ کام تھا کہ انہوں نے ترقی کا کسی قدر نمونہ دکھلا دیا اور پھر بعد ان کے ترقیاں ظہور میں آئیں۔۔۔۔ سو میں خیال کرتا ہوں کہ

میری نسبت بھی ایسا ہی ہوگا:" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۹۳ طبع اول)

۵۔ "مسیح موعود صرف اس جنگ روحانی کی تحریک کے لئے آیا ، ضرور نہیں کہ اس کے روبرو ہی اسکی تکمیل بھی ہو بلکہ یہ تخم جو زمین میں بویا گیا۔ آہستہ آہستہ نشوونما پاتے گا۔ یہاں تک کہ خدا کے پاک وعدوں کے موافق ایک دن یہ ایک بڑا درخت ہوجاتے گا۔ اور تمام سچائی کے بھوکے اور پیاسے اس کے سایہ کے نیچے آرام کریں گے۔ دلوں سے باطل کی محبت اُٹھ جاتے گی گویا باطل مر جاتے گا اور ہر ایک سینہ میں سچائی کی رُوح پیدا ہوگی۔ اُس روز وہ سب نوشتے پورے ہوجائینگے جن میں لکھا ہے کہ زمین سمندر کی طرح سچائی سے بھر جاتے گی۔ مگر یہ سب کچھ جیسا کہ سنت اللہ ہے تدریجًا ہوگا اس تدریجی ترقی کے لیے مسیح موعودؑ کا زندہ ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ خدا کا زندہ ہونا کافی ہوگا۔ یہی خدا تعالیٰ کی قدیم سُنت ہے اور الٰہی سُنتوں میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ پس ایسا آدمی سخت جاہل ہوگا کہ جو مسیح موعودؑ کی وفات کے وقت اعتراض کرے کہ وہ کیا کر گیا؟ کیونکہ اگرچہ یک دفعہ نہیں مگر انجام کار وہ تمام بیج جو مسیح موعودؑ نے بویا تدریجی طور پر بڑھنا شروع کریگا اور دلوں کو اپنی طرف کھینچے گا۔ یہاں تک کہ ایک دائرہ کی طرح دُنیا میں پھیل جاتے گا۔"

(ایام الصلح ایڈیشن اول صفحہ ۱۶۱ و ایڈیشن دوم صفحہ ۱۶۷ بڑی تقطیع)

جماعتِ احمدیہ کی خدمات کا اقرار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو عظیم الشان خدمتِ اسلام کرنے والی جماعت اپنے پیچھے چھوڑی۔ یہی "کسر صلیب" کا مفہوم ہے جماعت احمدیہ کو ایسے صحیح عقائد دیتے۔ خصوصاً مسئلہ وفاتِ مسیح اور پھر دلائل کا وہ بے بہا خزانہ دیا کہ عیسائی مناظرین کی جرأت نہیں کہ احمدی مناظرین کے بالمقابل میدان میں کھڑے ہوسکیں۔ پھر لنڈن میں مسجد بنانا اور اس کے مینارے مرکزِ کفر و شرک میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا نعرہ بلند کرنا یہ بھی جماعت احمدیہ ہی کے حصہ میں آیا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ؟

ذیل میں چند اقتباسات مخالفین سلسلہ کی تحریرات سے درج کئے جاتے ہیں۔ جن میں انہوں نے جماعت احمدیہ کی خدمات اسلامی کا خصوصاً معرکہ شدھی کے متعلق خدمات کا اقرار کیا ہے۔

۱۔ مولوی ظفر علی آف زمیندار لکھتے ہیں:۔

"مسلمانانِ جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں جو ایثار۔ کمربستگی۔ نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے۔ وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانہ میں بے مثال نہیں تو بے انداز عزت اور قدردانی کے قابل ضرور ہے جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں۔ اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمتِ اسلام کر کے دکھا دی۔"

(زمیندار ۲۴ جون ۱۹۲۳ء)

۲۔ مولانا محمد علی صاحب جوہر، برادر مولانا شوکت علی صاحب مرحوم لکھتے ہیں :۔

"ناشکر گزاری ہوگی۔ اگر جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں۔ جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لیے وقف کر دی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاسیات میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف تبلیغ اور مسلمانوں کی تنظیم اور تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں۔ اور وہ وقت دُور نہیں جبکہ اسلام کے اس منظم فرقہ کا طرزِ عمل سوادِ اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمت اسلام کے بلند بانگ و در باطن ، ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔" (اخبار ہمدرد دہلی ۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ء)

۳۔ "احمدی بھائیوں نے جس خلوص، جس ایثار، جس خوشی اور جس ہمدردی سے اس کام میں حصّہ لیا ہے وہ اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اس پر فخر کرے۔" (زمیندار ۱۸، اپریل ۱۹۲۳ء)

۴۔ جماعت احمدیہ نے خصوصیت کے ساتھ آریہ خیالات پر بہت بڑی ضرب لگائی ہے اور جماعت احمدیہ جس ایثار اور درد سے تبلیغ اور اشاعت اسلام کی کوشش کرتی ہے وہ اس زمانہ میں دوسری جماعتوں میں نظر نہیں آتی۔" (اخبار مشرق ۲۵، مارچ ۱۹۲۳ء)

۵۔ "اس وقت ہندوستان میں جتنے فرقے مسلمانوں میں ہیں سب کسی نہ کسی وجہ سے انگریزوں یا ہندوؤں یا دوسری قوموں سے مرعوب ہو رہے ہیں صرف ایک احمدی جماعت ہے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح کسی فرد یا جماعت سے مرعوب نہیں ہے اور خالص اسلامی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔" (اخبار مشرق گورکھپور ۱۲ ستمبر ۱۹۲۷ء)

۶۔ "گھر بیٹھ کر احمدیوں کو بُرا بھلا کہہ لینا نہایت آسان ہے، لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنے مبلغین انگلستان اور امریکہ یورپین ممالک میں بھیج رکھے ہیں۔ کیا ندوۃ العلماء و دیوبند فرنگی محل اور دوسرے علمی اور دینی مرکزوں سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بھی تبلیغ و اشاعت حق کی سعادت میں حصّہ لیں کیا ہندوستان میں ایسے متمول مسلمان نہیں ہیں جو چاہیں تو بلا دقت ایک ایک مشن کا خرچ اس طرح سے دے سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہے، لیکن افسوس کہ عزیمت کا فقدان ہے فضول جھگڑوں میں وقت ضائع کرنا اور ایک دوسرے کی پگڑی اُچھالنا آج کے مسلمانوں کا شعار ہو چکا ہے۔"

(زمیندار ۱۷، دسمبر ۱۹۲۷ء)

۷۔ جناب مولنا عبد الحلیم صاحب شررؔ فرماتے ہیں :۔

"احمدی مسلک شریعتِ محمدیہؐ کو اسی قوت اور شان سے قائم رکھ کر اس کی مزید تبلیغ و اشاعت کرتا ہے خلاصہ یہ کہ بابیت اسلام کے مٹانے کو آئی ہے اور احمدیت اسلام کو قوت دینے کے لئے اور اسی کی برکت ہے کہ باوجود چند اختلافات کے احمدی فرقہ اسلام کی سچی اور پُرجوش خدمت ادا کرتے ہیں جو دوسرے مسلمان نہیں کرتے۔" (رسالہ دلگداز بابت ماہ جون ۱۹۰۶ء)

۲۔ جماعت احمدیہ کے اخلاق پر الزام

بعض لوگ شہادۃ القرآن کے حوالہ سے کہا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کی بہت مذمت کی ہے۔ پس آپ کے آنے کا اثر کیا ہوا؟

جواب:۔ شہادۃ القرآن حضرت اقدس کے ابتدائے دعوے کی تصنیف ہے جبکہ ابھی سلسلۂ بیعت شروع ہوتے دو تین سال کا عرصہ ہوا تھا۔ پس ظاہر ہے کہ وہ لوگ جو غیر احمدیت کی حالت سے نکل کر اس سلسلہ میں داخل ہوئے تھے اُن کی وہ پُرانی بیماری یکدم تو دُور نہ ہو سکتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تربیت کے عظیم الشان اثر کا اندازہ ابتدائی سالوں میں کرنا نادانی ہے لازم ہے کہ حضرت کی وفات کے قریب احمدیوں کی اخلاقی حالت کا مقابلہ ان کی ابتدائے دعویٰ مسیح موعود کی اخلاقی حالت کے ساتھ کیا جائے تو اس میں زمین آسمان کا فرق نکلے گا۔

بیشک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابتدائے دعویٰ میں بعض مریدین کی بداخلاقی کا ذکر فرما کر ان کو اصلاح کی طرف توجہ دلائی جس طرح ایک شفیق اور محسن باپ اپنے بیٹوں کی خطا کاریوں پر ان کو سرزنش بھی کرتا ہے لیکن کیا اس کے بعد ان لوگوں نے اپنی اصلاح نہیں کرلی تھی؟ اور کیا حضرت نے بعد میں اپنی جماعت کی حیرت انگیز اخلاقی وروحانی ترقی کا ذکر نہیں فرمایا؟ "اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔" (البقرۃ: ۸۶) لوسُنو!

۱۔ "افسوس کہ ہماری جماعت کی ایمانداری اور اخلاص پر اعتراض کرنے والے دیانت اور راستبازی سے کام نہیں لیتے۔" (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص۱۶۸)

۲۔ پھر اپنی جماعت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔
"اکثر ان میں صدہا نیک بخت ہیں"۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۲۶، ص۲۲۹ طبع اول)

۳۔ میرے لئے یہ عمل کافی ہے کہ ہزارہا آدمیوں نے میرے ہاتھ پر اپنے طرح طرح کے گناہوں سے توبہ کی ہے اور ہزارہا لوگوں میں بعد بیعت مَیں نے ایسی تبدیلی پائی ہے کہ جب تک خدا کا ہاتھ کسی کو صاف نہ کرے۔ ہرگز ایسا صاف نہیں ہو سکتا اور مَیں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرے ہزارہا صادق اور وفادار مُرید بیعت کے بعد ایسی پاک تبدیلی حاصل کر چکے ہیں کہ ایک ایک فرد اُن میں بجائے ایک ایک نشان کے ہے۔" (ایضاً ص۲۳۸)

۴۔ ہزارہا انسان خدا نے ایسے پیدا کئے کہ جن کے دلوں میں اُس نے میری محبت بھر دی۔ بعض نے میرے لئے جان دیدی اور بعض نے اپنی مالی تباہی میرے لئے منظور کی اور بعض میرے لئے اپنے وطنوں سے نکالے گئے اور دُکھ دیئے گئے اور ستائے گئے اور ہزارہا ایسے ہیں کہ وہ اپنے نفس کی حاجات پر مجھے مقدم رکھ کر اپنے عزیز مال میرے آگے رکھتے ہیں اور مَیں دیکھتا ہوں کہ ان کے دل محبت سے پُر ہیں اور بہتیرے ایسے ہیں کہ اگر میں کہوں کہ اپنے مالوں سے بکلی دست بردار ہو جائیں یا اپنی جانوں

کو میرے لیے فدا کر دیں۔ تو وہ طیار ہیں جب میں اس درجہ کا صدق اور ارادت اکثر افراد اپنی جماعت میں پاتا ہوں۔ تو بے اختیار مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اے میرے قادر خدا! درحقیقت ذرہ ذرہ پر تیرا تصرف ہے۔ تُو نے ان دلوں کو ایسے پُرآشوب زمانہ میں میری طرف کھینچا اور ان کو استقامت بخشی یہ تیری قدرت کا نشان عظیم الشان ہے۔"
(حقیقۃ الوحی ص ۲۳۸، ص ۲۳۹ طبع اوّل)

۵۔ "میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں جو سچے دل سے میرے پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں۔ اور باتیں سننے کے وقت ایسے روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے ہزارہا بیعت کنندگان میں اس قدر تبدیلی دیکھتا ہوں کہ موسیٰ نبی کے پیرو ان سے جو ان کی زندگی میں اُن پر ایمان لائے تھے۔ ہزارہا درجہ ان کو بہتر خیال کرتا ہوں۔ اور ان کے چہروں پر صحابہ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نُور پاتا ہوں شاذ و نادر کے طور پر اگر کوئی اپنے فطرتی نقص کی وجہ سے صلاحیت میں کم رہا ہو تو وہ شاذ و نادر میں داخل ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے۔ یہ بھی ایک معجزہ ہے ..... پھر بھی میں ہمیشہ ان کو اور ترقیات کے لئے ترغیب دیتا ہوں اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سُناتا مگر دل میں خوش ہوں۔"

(الذکر الحکیم ۵ ص ۱۶ ص ۱۷ و سیرۃ المہدی حصہ اوّل ص ۱۳۶ مصنفہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے)

۶۔ "میں دیکھتا ہوں کہ میری بیعت کرنے والوں میں دن بدن صلاحیت اور تقویٰ ترقی پذیر ہے ...... میں اکثر کو دیکھتا ہوں کہ سجدہ میں روتے اور تہجد میں تضرع کرتے ہیں۔ ناپاک دل کے لوگ ان کو کافر کہتے ہیں اور وہ اسلام کا جگر اور دل ہیں۔"

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۳۱ ۱۸۹۶ء زیر عنوان "نواں امر")

۷۔ "میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک مخلص اور وفادار جماعت عطا کی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ جس کام اور مقصد کے لئے میں ان کو بُلاتا ہوں نہایت تیزی اور جوش کے ساتھ ایک دوسرے سے پہلے اپنی ہمت اور توفیق کے موافق آگے بڑھتا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ ان میں صدق اور اخلاص پایا جاتا ہے میری طرف سے کسی امر کا اشارہ ہوتا ہے اور وہ تعمیل کے لئے تیار۔ حقیقت میں کوئی قوم اور جماعت تیار نہیں ہو سکتی جب تک اس میں اپنے امام کی اطاعت اور اتباع کے واسطے اسی قسم کا جوش اور اخلاص اور وفا کا مادہ نہ ہو۔"
(الحکم جلد ۸ نمبر ۲۵، ۲۶ ص ۲ کالم ۲ ۳۱ جولائی و ۱۰ اگست ۱۹۰۴ء)

۸۔ وَاَشْکُرُ اللّٰہَ عَلٰی مَا اَعْطَانِیْ جَمَاعَۃً اُخْرٰی مِنَ الْاَصْدِقَاءِ وَالْاَتْقِیَاءِ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالصُّلَحَاءِ الْعُرَفَاءِ الَّذِیْنَ رُفِعَتِ الْاَسْتَارُ مِنْ عُیُوْنِھِمْ وَمُلِیَ الصِّدْقُ فِیْ قُلُوْبِھِمْ یَنْظُرُوْنَ الْحَقَّ وَیَعْرِفُوْنَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَمْشُوْنَ کَالْعَمِیْنَ۔ وَقَدْ خُصُّوْا بِاِفَاضَۃِ تَھْتَانِ الْحَقِّ وَوَابِلِ الْعِرْفَانِ وَرَضَعُوْا ثَدْیَ لِبَانِہٖ وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِھِمْ وَجْہَ اللّٰہِ ...... وَشَرَحَ اللّٰہُ صُدُوْرَھُمْ وَفَتَحَ اَعْیُنَھُمْ وَاَذَانَھُمْ وَسَقَاھُمْ کَاْسَ الْعَارِفِیْنَ۔" (حمامۃ البشریٰ ص ۶ طبع اوّل تقطیع کلاں)

پس شہادۃ القرآن ص۹۰ تا ص۱۰۳ کے زمانہ کی تحریر سے (جو اوائل دعویٰ کا زمانہ ہے) تمسک کرکے جماعت احمدیہ کے اخلاق اور رُوحانیت پر حملہ کرنا بد دیانتی ہے اور اس کی مثال تو ایسی ہی ہے کہ تمہارے جیسا کوئی عقلمند کسی طبیب یا ڈاکٹر کے مطب یا ہسپتال میں نو آمد مریضوں کو دیکھ کر فوراً کہہ اُٹھے کہ یہ طبیب یا ڈاکٹر تو بڑا ناقابل ہے کیونکہ اس کے پاس جس قدر مریض ہیں ان میں سے ایک بھی تندرست نہیں حالانکہ کسی معالج کی اہلیت یا عدمِ اہلیت کے اندازہ کیلئے اسکے نو وارد مریضوں کو نہیں دیکھا جاتا۔ بلکہ ان لوگوں کی حالت کو دیکھا جاتا ہے جو کافی عرصہ اس کے زیر علاج رہ چکے ہوں۔

۴۔ مسیح کا جائے نزول

مسیح نے تو منارہ دمشقی پر نازل ہونا تھا! (مسلم کتاب الفتن - ۱۱۰)

الجواب :۔ منارہ والی حدیث پر علامہ سندی نے یہ حاشیہ لکھا ہے :۔

"وَقَدْ وَرَدَ فِیْ بَعْضِ الْاَحَادِیْثِ اَنَّ عِیْسٰی یَنْزِلُ بِبَیْتِ الْمُقَدَّسِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ بِالْاُرْدُنِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ بِعَسْکَرِ الْمُسْلِمِیْنَ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ (حاشیہ ابن ماجہ جلد ۲ ص۲۶۵ مصری و مرقاۃ المفاتیح جلد ۵ ص۱۹۷) کہ بعض احادیث میں آتا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام بیت المقدس میں نازل ہونگے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اُردن میں نازل ہونگے اور ایک روایت میں ہے کہ مسلمانوں کے لشکر میں، خدا جانے درست بات کونسی ہے" پس جہاں مسیح نازل ہوا وہی درست اور صحیح ہے۔

۵۔ مہدی کا بنی فاطمہؓ میں ہونا

حدیث میں ہے کہ مہدی حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہوگا۔

جواب ۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی بنی فاطمہؓ میں سے ہیں۔ کیونکہ آپ کی بعض دادیاں سادات میں سے تھیں چنانچہ فرماتے ہیں :۔

"یہ بات میرے اجداد کی تاریخ سے ثابت ہے کہ ایک دادی ہماری شریف خاندان سادات سے اور بنی فاطمہ سے تھی" (ایک غلطی کا ازالہ حاشیہ ص۱۵ نیز دیکھو تحفہ گولڑویہ ص۳۱)

اگر کہو نسل ماں کی طرف سے نہیں بلکہ باپ کی طرف سے چلتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ عام خاندانوں میں ہو تو ہو۔ مگر خاندانِ سادات میں ابتداہی سے نسل لڑکی کی طرف سے چلتی ہے کیونکہ اس خاندان کی نسل حضرتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے چلی تھی۔

۲۔ مخالفین کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ اعتراض ہونا کہ آپ بنی فاطمہ سے نہیں ہیں۔ بذاتِ خود حضرت کی صداقت کی دلیل ہے کیونکہ لکھا ہے۔ یُقَالُ لَہٗ لَسْنَا نَعْرِفُکَ وَلَسْتَ مِنْ وُّلْدِ فَاطِمَۃَ کَمَا قَالَ الْمُشْرِکُوْنَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (بحار الانوار جلد ۱۳ ص۱۳) کہ امام مہدی کو اس کے مخالف کہیں گے کہ ہم نہیں جانتے کہ تو کون ہے کیونکہ تو حضرت فاطمہؓ کی نسل سے

نہیں ہے۔ (امام محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ ان کا یہ اعتراض ایسا ہی بودا اور ناقابل اعتنا ہوگا) جیسا کہ آنحضرت صلعم پر مشرکین مکہ کی طرف سے جس قدر اعتراضات کئے گئے وہ ناقابل اعتناء تھے۔

۴۔ احادیث میں مہدی کے نسب کے متعلق اس قدر اختلاف ہے کہ اس بناء پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔ ملاحظہ ہو:۔

ا۔ اَلْمَهْدِیُ مِنْ عِتْرَتِیْ مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۸۶) کہ مہدی بنی فاطمہ میں سے ہوگا۔

ب۔ سَیَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهٖ رَجُلٌ یُسَمّٰی بِاسْمِ نَبِیِّکُمْ یُشَابِهُهٗ فِی الْخُلُقِ وَلَا فِی الْخَلْقِ ثُمَّ ذَکَرَ قِصَّةً یَمْلَأُ الْاَرْضَ عَدْلًا اَخْرَجَهُ اَبُوْ دَاؤدَ۔ (نجم الثاقب صفحہ ۹۰ جلد ۲) کہ حضرت حسنؓ کی نسل سے وہ پیدا ہوگا جس کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور جس کے کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کام ہوں گے اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا"

ج:۔ اِنَّ الْمَهْدِیَّ مِنْ وُلْدِ الْحُسَیْنِ" رواہ ابن عساکر عَنْ جَابِرٍ (نجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۱۹۳) کہ مہدی امام حسین کی اولاد سے ہوگا۔

د۔ قَالَ یَا عَمِّ اَمَا شَعَرْتَ اِنَّ الْمَهْدِیَّ مِنْ وُلْدِكَ (حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۲ و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۷۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عباس! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مہدی آپ کی اولاد سے ہوگا۔

گویا مہدی حضرت عباس کی نسل سے ہوگا۔

ذ۔ "حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ وہ شخص جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا۔ میری نسل سے ہوگا۔" (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۵) غرضیکہ امام مہدی کے متعلق اس بارے میں بہت اختلاف ہے اور صحیح بات وہی ہے جو اس روایت میں ہے کہ اُبَشِّرُکُمْ بِالْمَهْدِیِّ یُبْعَثُ فِیْ اُمَّتِیْ عَلٰی اِخْتِلَافٍ مِنَ النَّاسِ وَ زَلَازِلَ (نجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۱۱۲) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو مہدی کی خوشخبری دیتا ہوں جو میری اُمت سے ہوگا اور وہ ایسے زمانہ میں مبعوث ہوگا جب کہ لوگوں میں بہت اختلاف عقاید ہوگا اور زلزلے آئیں گے۔

۶۔ مہدی کا مکہ میں پیدا ہونا

امام مہدی نے تو مکہ میں پیدا ہو کر مدینہ سے ظاہر ہونا تھا۔

جواب ا۔ اس معاملہ میں بھی روایات میں شدید اختلاف ہے ملاحظہ ہو۔ "اَنْ یَّخْرُجَ مِنْ تِهَامَةَ" (جواہر الاسرار صفحہ ۵۶) کہ مہدی تہامہ سے ظاہر ہوگا۔

ب۔ یَخْرُجُ الْمَهْدِیُّ مِنَ الْقَرْیَةِ یُقَالُ لَهَا کَدْعَةُ" (جواہر الاسرار صفحہ ۵۶) کہ امام مہدی ایک گاؤں سے ظاہر ہوگا جس کا نام کدعہ ہوگا۔ اور اس کے پاس ایک مطبوعہ کتاب ہوگی جس میں اس کے ۳۱۳ اصحاب کے نام ہوں گے۔ (یہ کتاب جس میں حضرت اقدس کے ۳۱۳ اصحاب کے نام ہیں انجام آتھم

صا۲۱ تا صا۲۲ ہے۔ (خادم)

مہدی کدعہ نامی گاؤں میں پیدا ہوگا۔ (حجج الکرامہ ص۳۵۸)

ج۔ یَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ ھَارِبًا اِلٰی مَکَّۃَ۔" (ابوداؤد کتاب المہدی جلد ۲ ص۲۳۳)

"یعنی وہ مدینہ سے ظاہر ہوکر مکہ کی طرف جائے گا۔"

۷۔ مولد میں اختلاف

ا۔ مہدی کا مولد بلادِ مغرب ہے۔ (حجج الکرامہ ص۳۵۶ تا ص۳۵۸، اقتراب الساعۃ ص۶۲)

ب۔ "تولدِ اُو در مکۂ معظمہ باشد۔" (رسالہ مہدی مصنفہ علی متقی)

ج۔ بمسند احمد بن حنبلؒ باب خروج مہدی میں ہے کہ۔" مہدی خراسان کی طرف سے آئے گا۔"

د۔ "مہدی حجاز سے آئے گا اور دمشق کی طرف جائیگا۔" (حجج الکرامہ ص۳۵۹) غرضیکہ اس معاملہ میں بھی اختلاف ہے درست وہی روایت ہے جس میں مہدی کے کدعہ نامی گاؤں سے ظاہر ہونے کا ذکر ہے۔ جو لفظ قادیان کی بدلی ہوئی صورت ہے بوجہ عدم احتیاط رواۃ۔

۸۔ مہدی کا نام محمدؐ ہونا

مہدی کا نام محمدؐ ان کے والد کا نام عبداللہ اور ان کی والدہ کا نام آمنہ ہوگا؟

جواب ۱۔ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کا ایک راوی عاصم بن ابی النجود ہے جو ضعیف ہے، عاصم بن ابی النجود کے متعلق مفصل بحث مسئلہ حیات مسیح کے ضمن میں حضرت ابن عباس کی تفسیر متعلقہ آیت اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ میں گزر چکی ہے وہاں سے دیکھی جائے (پاکٹ بک ہذا ص۲۱۵)

۲۔ ابنِ خلدون نے اس روایت پر نہایت مبسوط بحث کرکے ثابت کیا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے، (مقدمہ ابنِ خلدون مطبوعہ مصر ص۲۶۱ و مترجم اردو مطبع حمیدیہ لاہور سنہ ۱۹۱۰ء حصہ دوم ص۲۱۲)

۳۔ یہ روایت خلیفہ مہدی عباسی کو خوش کرنے کے لیے وضع کی گئی تھی۔ کیونکہ اس کا نام محمد اور اس کے باپ کا نام عبداللہ تھا اور مہدی لقب تھا۔ چنانچہ امام سیوطیؒ نے اس روایت کا اطلاق اسی مہدی عباسی پر کیا ہے ملاحظہ ہو۔ "تاریخ الخلفاء۔ باب ذکر مہدی" اردو ترجمہ موسومہ بہ محبوب العلماء مطبوعہ پبلک پرنٹنگ پریس لاہور ص۳۲۱)

۴۔ بر بنائے تسلیم یہ استعارہ کے رنگ میں تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ امام مہدی کا وجود اپنے آقا اور مطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ نہ ہوگا جیسا کہ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اِنَّ بَاطِنَہٗ بَاطِنُ مُحَمَّدٍ (شرح فصوص الحکم ص۵۲، ۵۳ مطبعۃ الزاہریہ مصریہ)

کہ مہدی کا باطن محمد صلعم کا باطن ہوگا۔

۵۔ مہدی کے نام کے متعلق بھی روایات میں اختلاف ہے:۔

د۔ مہدی کا نام محمدؐ ہوگا۔ (اقتراب الساعۃ صہ۹۱)

ب۔ مہدی کا نام احمد ہوگا۔ (" " ") چنانچہ لکھا ہے:۔

"اکثر روایتوں میں اُس کا نام محمدؐ آیا ہے بعض میں احمد بتایا ہے۔"

ج۔ مہدی کا نام عیسیٰ ہوگا۔ (جواہر الاسرار صہ۹۸)

یہ اختلاف بتاتا ہے کہ مہدی کے یہ نام بطور صفات کے ہیں نہ کہ ظاہری نام۔

۹۔ صاحب شریعت ہونا

نبی کے لئے تو صاحب شریعت ہونا ضروری ہے۔ مگر مرزا صاحب صاحبِ شریعت نہ تھے۔

جواب:۔ صاحب شریعت ہونا ضروری نہیں۔

۱۔ قرآن مجید میں ہے:۔

"إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا" (المائدہ: ۴۵) کہ ہم نے تورات نازل کی اس میں ہدایت اور نور تھا اور انبیاء (بنی اسرائیل) جو تورات کو مانتے تھے وہ سب فیصلے تورات ہی سے کیا کرتے تھے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام رازیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

"يُرِيدُ النَّبِيِّينَ الَّذِينَ كَانُوا بَعْدَ مُوسَىٰ وَذَٰلِكَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَىٰ بَعَثَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ أُلُوفًا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ لَيْسَ مَعَهُمْ كِتَابٌ إِنَّمَا بَعَثَهُمْ بِإِقَامَةِ التَّوْرَاةِ۔"

(تفسیر کبیر جلد ۳ صہ۶۰۰ مصری)

یعنی اس آیت میں نبیوں سے مراد وہ نبی ہیں جو موسیٰؑ کے بعد مبعوث ہوئے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں ہزاروں نبی ایسے مبعوث فرمائے جن کے پاس کوئی کتاب نہ تھی بلکہ وہ محض تورات ہی کو قائم کرنے کی غرض سے مبعوث کئے گئے تھے۔

۲۔ دوسرے مقامات پر امام رازیؒ نے بالوضاحت تحریر فرمایا ہے:۔

لَجَمِيعُ الْأَنْبِيَاءِ مَا أُوتُوا الْكِتَابَ وَإِنَّمَا أُوتِيَ بَعْضُهُمْ (تفسیر کبیر جلد ۲ صہ۴۳۰ مصری زیر آیت وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ۔ آل عمران: ۸۲) کہ تمام انبیاء کو کتاب نہیں ملی تھی۔ بلکہ ان میں سے صرف بعض انبیاء کو کتاب ملی تھی۔

۳۔ حضرت امام رازیؒ حضرت اسحٰق۔ یعقوب۔ ایوب۔ یونس۔ ہارون۔ داؤد اور سلیمان علیہم السلام کے نام لکھ کر تحریر فرماتے ہیں:۔

لِأَنَّهُمْ مَا جَاؤُوا بِكِتَابٍ نَاسِخٍ (تفسیر کبیر جلد ۶ صہ۲۳۳ زیر آیت "وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ" سورۃ الحج: ۵۳)

علامہ ابو السعود تحریر فرماتے ہیں:۔

وَالنَّبِیُّ..... مَنْ بَعَثَهٗ لِتَقْرِیْرِ شَرِیْعَةٍ سَابِقَةٍ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ الَّذِیْنَ کَانُوْا بَیْنَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی عَلَیْهِمُ السَّلَامُ۔ (تفسیر ابی السعود برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۲۵۵)

یعنی نبی وہ ہوتا ہے جس کی بعثت کی غرض محض سابق شریعت کو قائم کرنا ہوتی ہے جس طرح کہ وہ تمام انبیاء تھے جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے درمیان مبعوث ہوئے۔

۵۔ "اَنَّ الرَّسُوْلَ لَا یَجِبُ اَنْ یَّکُوْنَ صَاحِبَ شَرِیْعَةٍ جَدِیْدَةٍ (مُسْتَقِلَّةٍ) فَاِنَّ اَوْلَادَ اِبْرَاهِیْمَ کَانُوْا عَلٰی شَرِیْعَتِهٖ"۔ (روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۱۸۶)

یعنی رسول کے لئے ضروری نہیں کہ وہ نئی شریعت لانے والا ہو۔ کیونکہ حضرت ابراہیم کی اولاد میں جو نبی آئے وہ سب ابراہیمؑ کی شریعت پر تھے۔

غیر احمدی:۔ قرآن مجید میں ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ" (الانعام: ۹۰) پس ہر نبی کا صاحب کتاب ہونا ضروری ہے۔

جواب:۔ اس آیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہر نبی کے لیے فرداً فرداً مستقل جدید کتاب لیکر نازل ہونا ضروری ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نبی کسی نہ کسی مُنَزَّل من اللہ کتاب کی طرف لوگوں کو دعوت دے کہ اس کتاب کے ذریعہ لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ کرتا ہے خواہ وہ کتاب اللہ تعالیٰ نے خود اُس پر نازل فرمائی ہو یا اس سے کسی پہلے نبی پر نازل ہوئی ہو۔ چنانچہ ملاحظہ ہوں حوالجات ذیل:۔

۱۔ حضرت امام رازیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اِنَّ جَمِیْعَ الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ اُوْتُوا الْکِتٰبَ بِمَعْنٰی کَوْنِهٖ مُهْتَدِیًا بِهٖ دَاعِیًا اِلَی الْعَمَلِ بِهٖ وَاِنْ لَّمْ یُنْزَلْ عَلَیْهِ" (زیر آیت اذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین (سورة آل عمران: ۸۲) کہ ہر نبی کو ان معنوں میں کتاب دی گئی ہے کسی نہ کسی کتاب کے ذریعہ سے رُشد و ہدایت کا کام کرتا اور اُس پر عمل کرنے کی لوگوں کو دعوت دیتا تھا۔ اگرچہ وہ کتاب خود اس پر نازل نہ ہوئی ہو۔

ب۔ امام رازیؒ آیت اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ الْمُرَادُ مِنْهُ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فَهْمًا تَامًّا بِمَا فِی الْکِتٰبِ وَعِلْمًا مُحِیْطًا بِحَقَائِقِهٖ وَاَسْرَارِهٖ وَهٰذَا هُوَ الْاَوْلٰی لِاَنَّ الْاَنْبِیَآءَ الثَّمَانِیَةَ عَشَرَ الْمَذْکُوْرِیْنَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ کِتَابًا۔

(تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۱۲۵)

یعنی اس ایتاء کتاب کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نبی کو کتاب کے حقائق و معارف و اسرار و رموز کا کامل علم عطا فرماتا ہے اور یہی معنی زیادہ صحیح ہیں کیونکہ قرآن مجید میں جن اٹھارہ انبیاء کا ذکر ہے اُن میں سے ہر ایک پر الگ الگ کتاب نازل نہیں کی ہوئی تھی۔

۲۔ تفسیر بیضاوی میں ہے:۔

وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْکِتٰبَ۔ یُرِیْدُ بِهِ الْجِنْسَ وَلَا یُرِیْدُ بِهٖ اَنَّهٗ اُنْزِلَ مَعَ کُلِّ

وَاحِدٍ كِتَابًا يَخُصُّهُ فَإِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ كِتَابٌ يَخُصُّهُمْ وَإِنَّمَا كَانُوا يَأْخُذُونَ بِكُتُبِ مَنْ قَبْلَهُمْ۔" (تفسیر بیضاوی زیرآیت مذکور جلد ا صفحہ ۱۰۵ مطبع احمدی دہلی)

اس آیت میں لفظ کتاب بطور جنس استعمال ہوا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر ایک نبی کو الگ الگ خاص کتاب دی گئی۔ کیونکہ انبیاء میں سے اکثریت ان کی ہے جن کے پاس کوئی ان کی مخصوص کتاب نہ تھی۔ بلکہ وہ اپنے سے پہلے نبی کی کتاب سے ہی احکام اخذ کرتے تھے۔

۳۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے۔"

(تذکرۃ الاولیاء باب چھٹا ذکر حضرت حسن بصریؒ صفحہ ۲۶ اردو ترجمہ)

۴۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:۔

"أَوْ يَكُونُ نَظْمَ مَا تَقْضِي بِقَوْمٍ مِنْ اِسْتِمْرَارِ دَوْلَةٍ أَوْ دِيْنٍ يَقْتَضِيْ بَعْثَ مُجَدِّدٍ كَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَجَمِيْعِ أَنْبِيَاءِ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ (حجۃ اللہ البالغہ حصہ اوّل صفحہ ۱۵۹ مترجم اردو حمایت اسلام پریس لاہور) یعنی انبیاءؑ کی دوسری قسم وہ ہے کہ جو ایسے وقت میں مبعوث کئے جاتے ہیں جبکہ پہلے نبی کے ذریعہ سے قائم شدہ نظام کو جاری رکھنے کے لئے تجدید کی ضرورت کے لئے ایک مجدد کو مبعوث کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت داؤد اور سلیمانؑ اور بنی اسرائیل کے تمام انبیاء۔"

۵۔ تفسیر حسینی میں لکھا ہے:۔

"ایک کتاب جس کا نام زبور تھا اور اُس میں حق تعالیٰ کی ثنا۔ تھی فقط۔ اوامر ونواہی کچھ نہ تھے۔ بلکہ حضرت داؤد کی شریعت وہی توریت کی شریعت تھی۔"

(تفسیر قادری حسینی جلد ا مترجم اردو صفحہ ۲۰۶ زیرآیت وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُوْرًا سورہ نساء: ۱۶۴)

۶۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جو لِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ (آل عمران: ۵۱) آیا ہے تو اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کوئی نئی شریعت لائے تھے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہود کے علماء نے از خود جن حلال چیزوں کو حرام قرار دے رکھا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے ان کے بارے میں توراۃ کے اصل حکم کو بحال فرما کر توریت ہی کو قائم کیا۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

إِنَّ الْأَحْبَارَ كَانُوْا قَدْ وَضَعُوْا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ شَرَائِعَ بَاطِلَةً وَنَسَبُوْهَا إِلَى مُوْسٰى فَجَاءَ عِيْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَرَفَعَهَا وَأَبْطَلَهَا وَأَعَادَ الْأَمْرَ إِلَى مَا كَانَ فِيْ زَمَنِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔"

(تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۶۸۲ مطبوعہ مصر زیرآیت لِأُحِلَّ لَكُمْ آل عمران: ۱۶۴)

یعنی یہود کے علماء نے بعض احکام باطل آپ ہی اپنے پاس سے وضع کر کے ان کو موسیٰؑ کی طرف منسوب کر رکھا تھا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ انہوں نے اُن غلط احکام کو قائم نہ رہنے دیا، بلکہ ان کو باطل قرار دے کر سابق اصل حکم کو برقرار رکھا جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تھا۔"

۷۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

"نبی کبھی صاحب شریعت ہوتا ہے جیسے رُسل علیہم السلام ہیں اور کبھی صاحب شریعت جدید نہیں ہوتا ہے بلکہ پہلی ہی شریعت میں اُس کے حقائق کو اُن کی استعداد کے موافق تعلیم کرتا ہے جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء ہیں۔"
(فصوص الحکم مقدمہ فصل ۱۲ نبوت و رسالت کے بیان میں مترجم اُردو ص۴۲)

۸۔ **عقلی دلیل** یہ دعویٰ کہ ہر نبی کے لئے نئی شریعت کا لانا ضروری ہے اور یہ کہ جب تک پہلے نبی کے احکام کو منسوخ کر کے نیا حکم نہ لائے کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا۔ اس قدر خلاف عقل ہے کہ کوئی شخص جیسے تاریخ انبیاء کا علم ہو اپنی زبان سے یہ دعویٰ نکال نہیں سکتا۔ کیونکہ امر واقعہ یہ ہے کہ ایک ہی وقت میں اور ایک ہی قوم اور شہر بلکہ ایک ہی مکان میں بعض دفعہ دو دو تین تین بلکہ چار چار اور اس سے زیادہ بھی نبی ہوتے رہے ہیں مثلاً حضرت موسیٰ و ہارون۔ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق۔ یعقوب اور یوسف۔ داؤد و سلیمان۔ حضرت زکریا و یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام۔

پس اگر ہر نبی کے لئے جدید شریعت کا لانا ضروری ہو تو پھر یہ مضحکہ خیز صورت تسلیم کرنی پڑیگی کہ ایک ہی شہر میں ایک نبی نماز ظہر کے وقت یہ اعلان کرتا ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہیں تو عصر کے وقت دوسرا نبی یہ اعلان کر رہا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے اب چار ہے نمازیں فرض ہو گئی ہیں۔ اس طرح تو مذہب مذہب نہیں رہے گا بلکہ تماشہ بن کے رہ جائے گا۔

۹۔ أُولٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ (الانعام : ۹۰) کی تفسیر میں علامہ شہاب الدین فرماتے ہیں:۔

اَلْمُرَادُ بِإِيتَائِهِ التَّفْهِيمُ التَّامُّ لِمَا فِيهِ مِنَ الْحَقَائِقِ وَالتَّمْكِينُ مِنَ الْإِحَاطَةِ بِالْجَلَائِلِ وَالدَّقَائِقِ أَعَمُّ مِنْ أَنْ يَكُونَ ذٰلِكَ بِالْإِنْزَالِ ابْتِدَاءً ...... فَإِنَّ مِمَّنْ ذُكِرَ مَنْ لَمْ يُنْزَلْ عَلَيْهِ كِتَابٌ مُعَيَّنٌ۔

(تفسیر ابی السعود بر حاشیہ تفسیر کبیر جلد ۳ ص۱۲۳ مطبوعہ مصر۔ رُوح المعانی جلد ۲ ص۵۲۱)

کہ اس سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو پوری پوری تفہیم عطا کرے گا۔ ان حقائق اور دقائق کی جو اس کتاب میں ہیں عام اس سے کہ ان کو کوئی خاص کتاب دی جائے کیونکہ وہ انبیاء جن کا قرآن میں ذکر ہے ان میں سے کئی ایسے ہیں جن پر کوئی کتاب معین نازل نہیں ہوئی۔

(نیز دیکھو تذکرۃ الاولیاء ذکر حضرت حبیب عجمیؒ انوار الاذکیا ص۹۵ چھٹا باب)

۱۰۔ آیت أَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ کے نیچے لکھا ہے "لَا مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ عَلَى الْإِطْلَاقِ إِذْ لَمْ يَكُنْ لِبَعْضِهِمْ كِتَابٌ وَإِنَّمَا كَانُوا يَأْخُذُونَ بِكُتُبِ مَنْ قَبْلَهُمْ"
(روح البیان جلد ۱ ص۲۳۴ و بر حاشیہ تفسیر کبیر جلد ۲ ص۳۰۶)

یعنی اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر ایک نبی کو الگ الگ کتاب دی گئی تھی کیونکہ ایسے انبیاء بھی ہوتے ہیں جن کے پاس اپنی کتاب کوئی نہ تھی پہلے نبی کی کتاب سے ہی وہ استنباط کیا کرتے تھے۔ و

اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ ۔ (آل عمران ۸۲)

۱۱۔ وَالْمُرَادُ بِالنَّبِیِّیْنَ الَّذِیْنَ بُعِثُوْا مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَذٰلِکَ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی بَعَثَ فِیْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اُلُوْفًا مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ وَلَیْسَ مَعَھُمْ کِتَابٌ اِنَّمَا بُعِثُوْا بِاِقَامَۃِ التَّوْرَاۃِ وَاَحْکَامِھَا۔ (تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۴۶ نیز جلد ۱ صفحہ ۲۱۳ مصری زیر آیت یَحْکُمُ بِھَا النَّبِیُّوْنَ۔ (المائدہ: ۴۵)

کہ آیت یَحْکُمُ بِھَا النَّبِیُّوْنَ" میں نبیوں سے مراد وہ نبی ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوتے اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں ہزاروں نبی ایسے بھیجے کہ جن کے پاس کوئی کتاب نہ تھی۔ بلکہ وہ محض توراۃ اور اس کے حکموں کو قائم کرنے کے لئے مبعوث ہوتے تھے۔

۱۲۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں:۔

"یعنی پھر ان کے بعد اور رسولوں کو (جو کہ صاحب شریعت مستقلہ نہ تھے) یکے بعد دیگرے بھیجتے رہے اور ان کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا۔" (حمائل مترجم اشرف علی تھانوی مطبوعہ دہلی زیر آیت ثُمَّ قَفَّیْنَا عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّیْنَا بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ۔ (الحدید: ۲۸)

۱۳۔ یَحْکُمُ بِھَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا کے نیچے لکھا ہے:۔

"اوپر ذکر تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں بہت سے انبیاء بھیجے جو ہمیشہ احکام تورات کی حکم برداری میں خود بھی لگے رہتے اور بنی اسرائیل کے عابدوں اور عالموں کو بھی ان کی تاکید کرتے۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ ان انبیاء بنی اسرائیل کے قدم بقدم سب انبیاء بنی اسرائیل تھے اور آخر پر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم کو تورات کے احکام کی تصدیق و نگرانی کے لئے بھیجا۔"

(حمائل مترجم اشرف علی سورۃ المائدہ آیت: ۴۵)

کُفر کا فتوےٰ

۱۰۔ مرزا صاحب پر کفر کا فتویٰ لگا؟

جواب ۱۔ ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا۔ قرآن مجید میں ہے۔ یٰحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ (یٰسین: ۳۱)

۲۔ وَاِذَا خَرَجَ ھٰذَا الْاِمَامُ الْمَھْدِیُّ فَلَیْسَ لَہٗ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ اِلَّا الْفُقَھَآءُ خَاصَّۃً فَاِنَّہٗ لَا یَبْقٰی لَھُمْ رِیَاسَۃٌ وَّلَا تَمِیْزٌ مِّنَ الْعَامَّۃِ" (فتوحات مکیہ جلد ۳ صفحہ ۳۴۲)

کہ جب امام مہدی آئیں گے تو اس کے سب سے زیادہ شدید دشمن اُس زمانہ کے علماء اور فقہاء ہوں گے۔ کیونکہ اگر مہدی کو مان لیں تو ان کی عوام پر برتری اور ان پر امتیاز باقی نہ رہے گا۔

۳۔ "علماء وقت کہ خوگرِ تقلید فقہا و اقتدائے مشائخ و آبائے خود باشند گویند کہ ایں شخص خانہ برانداز دین وملّت ماست و بمخالفت برخیزند و بحسب عادتِ خود۔ حکم بتکفیر و تضلیل وے کنند۔"

(حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۳)

۴۔ حدیث "عُلَمَاءُهُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ" (مشکوٰۃ کتاب العلم فصل سوم) سے بھی یہی پتہ چلتا ہے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ امام مہدی کو میرا اسلام کہنا (دُرِّ منثور جلد ۲ صفحہ ۲۴۵ و بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۳ مطبوعہ ایران) یہ بھی بتاتا ہے کہ آنحضرتؐ کو معلوم تھا کہ ایسے لوگ بھی موجود ہوں گے جو مہدی پر لعنت بھیجیں گے۔

اور اس کے تریاق کے طور پر آنحضرت صلعم نے اُسے اپنا سلام بھیجا ہے (تفصیل دیکھو تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۳ حاشیہ)

۵۔ امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ جب مسیح موعود آئیگا تو "علماء ظواہر مجتہدات اور اعلیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام از کمال دِقت و غموضِ مآخذ، انکار نمایند و مخالفِ کتاب وسنّت دانند"۔ (مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی ۱۳۳۲ھ حصہ ۲ مکتوب ۵۵ صفحہ ۱۴ مطبوعہ روز بازار پریس امرتسر)

یعنی علماء ظواہر حضرت مسیح موعودؑ کے اجتہادات کا انکار کریں گے اور ان کو قرآن مجید اور سنّت نبوی کے خلاف قرار دیں گے کیونکہ وہ بباعث دقیق ہونے اور اُن کے مآخذ کے مخفی ہونے کے مولوی کی سمجھ سے بلند و بالا ہوں گے۔

۶۔ یہی حال مہدی علیہ السلام کا ہوگا۔ اگر وہ آگئے تو سارے مقلد بھائی اُن کے جانی دشمن بن جائیں گے اور اُن کے قتل کی فکر میں ہونگے کہیں گے کہ یہ شخص تو ہمارے دین کو بگاڑتا ہے"۔
(اقتراب الساعۃ صفحہ ۲۲۴)

۷۔ پھر لکھا ہے:۔ "اُن (امام مہدی) کے دشمن علماء اہلِ اجتہاد ہونگے اس لئے کہ ان کو دیکھیں گے کہ خلافِ مذہبِ آئمہ حکم کرتے ہیں۔۔۔۔۔ اُن (امام مہدی) کا دشمن کھُلم کھُلا کوئی نہ ہوگا مگر یہی فقہ والے بالخصوص کیونکہ اُن کی ریاست باقی نہ رہے گی۔ عام لوگوں سے کچھ امتیاز نہ ہوگا"۔ (اقتراب الساعۃ صفحہ ۹۵)

۸۔ علماء کا "حربہ تکفیر" ملاحظہ ہو پاکٹ بک ہذا صفحہ ۔۔۔)

۱۱۔ کسی کا شاگرد ہونا

اعتراض:۔ نبی کسی کا شاگرد نہیں ہوتا۔ مرزا صاحب شاگرد رہے۔

جواب:۔ (۱) قرآن مجید:۔ موسیٰ علیہ السلام۔ ایک بندۂ خدا (خضر) سے کہتے ہیں:۔

"قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا (الکہف: ۶۷)

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ کیا مَیں آپ کی اس امر میں پیروی کروں کہ آپ مجھے وہ علم پڑھائیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے؟

اگر نبی کا کسی سے علم سیکھنا منافیٔ نبوت ہے تو کیا حضرت موسیٰؑ نے اپنی نبوت سے دستبردار ہونے کے لئے یہ تدبیر نکالی تھی؟

(۲) تمہارا یہ من گھڑت قاعدہ کہ نبی کسی کا شاگرد نہیں ہوتا۔ کہاں لکھا ہے؟ قرآن و حدیث کا ایک ہی

حوالہ پیش کرو ورنہ اپنی جہالت کا ماتم کرو!

(۳) حدیث میں ہے:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت فرماتے ہیں- اِذَا کَانَ بِهَا اَهْلُ اَبْيَاتٍ مِنْهُمْ وَ شَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ -

(بخاری کتاب الانبیاء باب ۵۰ باب يَزِفُّوْنَ النَّسْلَانِ فِي الْمَشْيِ جلد ۲ صفحہ ۱۴۷ مطبع البہیہ مصر وجلد ۲ صفحہ ۱۵۴ مطبع عثمانیہ مصر وتجرید بخاری مترجم اردو مع اصل متن عربی مرتبہ مولوی فیروز الدین اینڈ سنز لاہور ۱۳۴۱ھ جلد ۲ صفحہ ۱۳۷ ترجمہ از تجرید بخاری -)

"یہاں تک کہ جس وقت اُن (بنو جرہم۔ خادم) میں سے کچھ گھر والے (چشمۂ زمزم کے اردگرد۔ جمع خادم) ہو گئے اور وہ بچہ (حضرت اسمٰعیلؑ۔ خادم) جوان ہوا اور اُس نے اُن سے عربی زبان سیکھی۔"

(۴) حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے قصۂ موسیٰ و خضر کے سلسلہ میں فرمایا:-

"قَالَ جِئْتُ لِتُعَلِّمَنِيْ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا-" (بخاری کتاب الانبیاء۔ حدیث الخضر مع موسےٰ علیہما السلام جلد ۲ مصری۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل۔ باب مِنْ فَضَائِلِ خِضرٍ جلد ۲ صفحہ ۲۷۰ مطبع افضل المطابع دہلی ۱۳۱۹ھ)

یعنی حضرت موسیٰؑ نے خضر سے کہا کہ میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں تاکہ آپ مجھے اُس علم میں سے کچھ پڑھائیں جو آپ کو دیا گیا ہے۔"

(۵) تفسیر:- اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی تحریر فرماتے ہیں:-

اِسْتَدَلَّ الْعُلَمَاءُ بِسُؤَالِ مُوْسَى السَّبِيْلَ اِلٰى لِقَاءِ الْخَضِرِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِمَا وَسَلَّمَ عَلٰى اِسْتِحْبَابِ الرِّحْلَةِ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ وَاسْتِحْبَابِ الْاِسْتِكْثَارِ مِنْهُ وَ اِنَّهٗ يَسْتَحِبُّ لِلْعَالِمِ وَ اِنْ كَانَ مِنَ الْعِلْمِ بِمَحَلٍّ عَظِيْمٍ اَنْ يَاْخُذَهٗ مِمَّنْ هُوَ اَعْلَمُ مِنْهُ وَيَسْعٰى اِلَيْهِ فِيْ تَحْصِيْلِهٖ وَفِيْهِ فَضِيْلَةُ طَلَبِ الْعِلْمِ۔" (حاشیہ النووی علی مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۰)

یعنی موسیٰ علیہ السلام کے خضر کی ملاقات کی درخواست کرنے سے علماء نے اس بات کی دلیل لی ہے کہ طلب علم کے لئے سفر کرنا اور حصول علم کے لئے بار بار درخواست کرنا جائز ہے نیز یہ کہ اگرچہ کوئی خود کتنا ہی بڑا صاحب علم کیوں نہ ہو پھر بھی اُس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے سے زیادہ علم رکھنے والے سے علم حاصل کرے اور حصولِ علم کی غرض سے کوشش کرکے اس کے پاس جائے نیز اس سے علم کے سیکھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

(۶) تفسیر سعیدی ترجمہ اُردو تفسیر قادری حسینی جلد ۲ صفحہ ۱۵ میں ہے:-

"رسول ایسا چاہیئے کہ جن کی طرف بھیجا گیا ہے اُن سے اصول و فروعِ دین کا عالم زیادہ ہو جو اُن کی طرف لایا ہے اور جو علم اس قبیل سے نہیں اُس کی تعلیم اُمورِ نبوت کے منافی نہیں اور "اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْيَاكُمْ" اس قول کا مؤید ہے۔ (جلد اول صفحہ ۹۳۷۔ سورۃ الکہف: ۶۶، ۶۷)

(۷) تفسیر بیضاوی میں ہے:-

وَلَا يُنَافِيْ نُبُوَّتَهٗ وَكَوْنَهٗ صَاحِبَ شَرِيْعَةٍ اَنْ يَّتَعَلَّمَ مِنْ غَيْرِهٖ مَالَمْ يَكُنْ

شَرْطاً فِیْ اٰبْوَابِ الدِّیْنِ۔" (بیضاوی زیر آیت هَلْ اَتَّبِعُكَ۔الخ سورۃ کہف ۱۷:۹ صفحہ ۳۶۶ مطبع احمدی و صفحہ ۳۵۹ مطبع مجتبائی ۱۳۲۶ھ) یعنی حضرت موسیٰؑ کا کسی غیر سے ایسا علم سیکھنا جو اُمورِ دین میں سے نہ ہو۔ اُن کی نبوت اور اُن کے صاحب شریعت ہونے کے منافی نہیں ہے (یعنی نہ صرف نبی بلکہ صاحبِ شریعت نبی بھی دوسرے علوم میں دوسروں کا شاگرد ہو سکتا ہے۔

(۸) تفسیر الجلالین الکمالین از علامہ جلال الدین السیوطی میں زیر آیت الکہف ۱۷: لکھا ہے:۔

فَقَبِلَ مُوْسٰی شَرْطَهٗ رِعَایَةً لِاَدَبِ الْمُتَعَلِّمِ مَعَ الْعَالِمِ (صفحہ ۲۳۵ مطبوعہ مصر۔ زیر آیت حَتّٰی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا (سورۃ الکہف ۱۷:) کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خضرکی پیش کردہ شرط اسی طرح قبول کرلی جس طرح ایک شاگرد اپنے اُستاد کی شرط کو کمالِ ادب سے قبول کیا کرتا ہے۔

(۹) یاد رہے کہ خضر کے نبی ہونے میں بھی اختلاف ہے۔ جلالین میں ہے:۔

نُبُوَّةٌ فِیْ قَوْلٍ وَ وِلَایَةٌ فِیْ آخَرٍ وَعَلَیْهِ اَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ۔

(جلالین حوالہ مذکور صفحہ ۲۳۴ مصری نیز دیکھو حاشیہ نووی علی المسلم جلد ۲ صفحہ ۲۶۹)

یعنی علماء کی اکثریت اس طرف ہے کہ خضر نبی نہیں بلکہ ولی تھے۔

۱۲۔ کیا کوئی نبی لکھا پڑھا نہیں ہو سکتا

غیر احمدی:۔ "آج تک کوئی نبی لکھا پڑھا نہیں آیا اور نہ کسی نبی نے کوئی کتاب لکھی۔"

جواب:۔ ایسا کہنا صریح جہالت ہے کیونکہ "اُمّی" ہونا تو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ اگر ہر نبی ہی "اُمّی" ہو تو پھر آپؐ کی یہ خصوصیت کیونکر ہوئی؟

اور پھر اَلنَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ (الاعراف: ۱۵۸) فرمانے کی کیا ضرورت تھی؟ چنانچہ لکھا ہے:۔

۱۔ پڑھا لکھا ہونا منصب نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰؑ کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پڑھے لکھے تھے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کہ سرِ نبوت کی تفصیل شرح اور علوم باطنی کے سب سے بڑے راز دان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تعلیم کے سوا کسی غیر کی تعلیم کا منت کش بنانا گوارا نہ فرمایا۔

چنانچہ گذشتہ آسمانی کتب میں بھی اُمّی کے لقب کے ساتھ آپ کی بشارتیں دی ہیں۔ (تاریخ القرآن مصنفہ حافظ محمد اسلم صاحب جے۔ راج۔ پوری مکتبہ جامعہ نئی دہلی صفحہ ۱۳ و صفحہ ۱۴ باختلاف الفاظ مطبوعہ مطبع فیض عام علی گڑھ ۱۳۲۶ھ زیر عنوان "تمہید" صفحہ ۸)

۲۔ تفسیر حسینی میں ہے۔

"حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد علیہما السلام پر کتاب جو ایک بار اُتری تو وہ لکھتے پڑھتے تھے اور ہمارے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم وآلہٖ اجمعین اُمّی تھے۔" (تفسیر حسینی مترجم اُردو جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ زیر آیت

وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيْلًا (الفرقان:۳۳)

۳۔ بیضاوی میں آیت مندرجہ بالا (الفرقان:۳۳) کے ماتحت لکھا ہے:۔

" وَكَذٰلِكَ أَنْزَلْنَاهُ مُفَرَّقًا لِنُقَوِّيَ بِتَفْرِيْقِهٖ فُؤَادَكَ عَلٰى حِفْظِهٖ وَفَهْمِهٖ لِأَنَّ حَالَهٗ يُخَالِفُ حَالَ مُوْسٰى وَدَاوُدَ وَعِيْسٰى حَيْثُ كَانَ أُمِّيًّا وَكَانُوْا يَكْتُبُوْنَ" (بیضاوی مطبوعہ مطبع احمدی دہلی جلد ۲ صفحہ ۹۶)

یعنی ہم نے ایسے ہی قرآن مجید کو بیک وقت نازل کرنے کی بجائے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تاکہ ہم تیرے دل کو اس سے مضبوط کریں اور تو اُسے بآسانی یاد رکھ سکے اور سمجھ سکے۔ یہ اس لیے ہوا کہ آنحضرت صلعم کا حال موسیٰ۔ داؤد اور عیسیٰ علیہم السلام سے مختلف تھا بدیں وجہ کہ آپؐ "اُمّی" تھے مگر موسیٰ داؤد اور عیسیٰ علیہم السلام لکھے پڑھے ہوئے تھے۔

۴۔ حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"إِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْقِرَاءَةِ وَالْكِتَابَةِ فَلَوْ نُزِّلَ عَلَيْهِ ذٰلِكَ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَانَ لَا يَضْبِطُهٗ وَلَجَازَ عَلَيْهِ الْغَلَطُ وَالسَّهْوُ وَإِنَّمَا نَزَلَتِ التَّوْرَاةُ جُمْلَةً لِأَنَّهَا مَكْتُوْبَةٌ يَقْرَؤُهَا مُوْسٰى"

(تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۴۷۲ مطبوعہ مطبع اوّل۔ نیا ایڈیشن جلد ۲۴ صفحہ ۷۹ مصر زیر آیت بالا الفرقان:۳۳)

یعنی آنحضرت صلعم لکھے پڑھے ہوئے نہیں تھے۔ پس اگر آپؐ پر قرآن مجید ایک ہی مرتبہ سارا نازل ہو جاتا تو آپ اسے محفوظ نہ رکھ سکتے اور اس میں غلطیاں اور سہو جائز ہو جاتا، لیکن تورات جو بیک وقت نازل ہوگئی تھی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لکھی لکھائی تھی اور حضرت موسیٰؑ پڑھنا جانتے تھے۔"

۵۔ حدیث نبویؐ میں ہے:۔

أَوَّلُ مَنْ خَطَّ بِالْقَلَمِ إِدْرِيْسُ (مسند امام احمد بن حنبلؒ بحوالہ کنوز الحقائق فی احادیث خیر الخلائق، مصنفہ امام عبدالرؤف المناوی باب الالف برحاشیہ جامع الصغیر مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۸۹)

کہ سب سے پہلے حضرتؑ ادریس علیہ السلام نے قلم سے لکھنا شروع کیا۔

۶۔ سیرۃ ابن ہشام میں ہے:۔

"یہی ادریس پیغمبر ہیں اور انہی کو پہلے نبوت ملی اور انہی نے قلم سے لکھنا ایجاد کیا" (سیرۃ ابن ہشام مترجم اردو جلد ا صفحہ ا مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور و مطبوعہ مطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۶۷ھ)

احراری امیر شریعت:۔ اگر نبی کسی سے پڑھے تو پھر اُستاد کبھی کبھی اس کے کان بھی کھینچے گا۔ اُسے مار بھی پڑے گی۔ بڑا ہو کر پھر کس طرح اُن کے سامنے سر اُٹھا سکے گا۔

جواب ا۔ ہر طالب علم ضروری تو نہیں کہ تمہارے جیسا ہو۔ بعض ہونہار اور نیک طالبعلم ایسے بھی ہوتے ہیں جو کبھی بھی اُستاد سے مار پٹنے تک نوبت نہیں آنے دیتے بلکہ اُستاد اُن کی عزت کرتے ہیں، لیکن اگر محض احتمال اور فرضی قیاس آرائی پر بنیاد رکھنا جائز ہو تو پھر تو یہ بھی کہو کہ کسی نبی کا باپ۔ ماں۔ بڑا بھائی۔ دادا چچا

کوئی نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ بچپن میں ان بزرگان میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھوں کان کھنچوانے اور مار پٹنے کا خطرہ اور احتمال ہے۔ خیر یہ تو بچپن میں مار کھانے کا قصّہ ہے، لیکن قرآن مجید میں تو لکھا ہے کہ ایک نبی نے بڑے ہو کر بلکہ نبی بن کر اپنے چھوٹے بھائی موسیٰؑ سے ڈاڑھی اور سر کے بال نچواتے ملاحظہ ہو۔

وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ " (الاعراف: ۱۵۱) کہ موسیٰؑ نے (غصّہ کی حالت میں) اپنے بھائی (ہارونؑ) کا سر پکڑ کر اسے اپنی طرف جھٹکا دیا تو حضرت ہارونؑ نے کہا "اے میری ماں کے بیٹے! مجھے قوم نے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیتے پس تو دشمنوں کو خوشی نہ دکھا۔ نیز ملاحظہ ہو سورۃ طٰہٰ: ۹۵۔

" قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ (سورۃ طٰہٰ: ۹۵) کہ اے میری ماں کے بیٹے! میری ڈاڑھی اور میرے سر (کے بال) نہ پکڑ! مگر باوجود اس شماتتِ اعداء اور مار پیٹ کے ہارونؑ نبی کے نبی ہی رہے یہ تو قرآن ہے مگر یہاں احراری امیرِ شریعت کی عقل کے رُو سے کوئی نبی پڑھا لکھا نہیں ہو سکتا۔ محض اس خوف سے کہ کہیں بچپن میں اُستاد سے مار نہ کھا بیٹھے پھر بڑا ہو کر کیا کریگا؟

۲۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ کے اساتذہ تو ہمیشہ آپ کی عزت کرتے تھے اور ہرگز ثابت نہیں کہ حضور کو کسی اُستاد نے کبھی ایک دفعہ بھی مارا ہو۔ پس محض فرضی احتمالاتِ وقیاسات پر اعتراضات کی بنیاد رکھنا اور واقعات کو نظر انداز کر دینا کسی معقول انسان کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔

۱۳۔ نبی کا نام مرکب نہیں ہوتا۔ مرزا صاحب کا نام مرکب تھا؟

الجواب:۔ ۱۔ یہ معیار کہاں لکھا ہے۔ بھلا نام کے مرکب یا مفرد ہونے کا نبوت کے ساتھ کیا تعلق؟

۲۔ قرآن مجید میں ہے۔ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا (آل عمران: ۴۶) اس آیت میں فرشتے نے حضرت عیسٰیؑ کا نام "اِسْمُهُ مَسِيْحُ عِيْسٰى بْنُ مَرْيَمَ" بتایا ہے جو مرکب ہے۔

۳۔ "اسمٰعیل" بھی مرکب ہے۔ اِسْمَعْ اور اِیل جس کا ترجمہ ہے "سُن لی" اللہ نے میری! یعنی اللہ نے میری دُعا سُن لی۔

۱۴۔ حج کرنا

الجواب ۱۔ حج کے لئے بعض شرائط ہیں (۱) رستہ میں امن ہو۔ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ (آل عمران: ۹۸) (۲) صحت ہو۔ (۳) بوڑھے والدین نہ ہوں (دیکھو تفسیر کبیر امام رازی جلد ۳ صفحہ ۱۹، صفحہ ۱۷ مطبوعہ مصر نیز دیکھو کشف المحجوب مصنفہ داتا گنج بخشؒ مترجم اُردو صفحہ ۳۴۴[1] تاجران کتب برکت علی اینڈ سنز لاہور)

---

[1] مالا بد منہ اُردو صفحہ ۹

جن کی خدمت اس پر فرض ہو یا چھوٹی اولاد نہ ہو۔ جس کی تربیت اس پر فرض ہو حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں تینوں شرائط نہ پائی جاتی تھیں۔ لاہور گئے۔ رستہ میں قتل کرنے کے لئے لوگ بیٹھ گئے امرتسر اور سیالکوٹ میں گئے مخالفین نے اینٹیں ماریں۔ دہلی گئے وہاں آپ پر حملہ کیا گیا اور مکہ میں تو حضرت پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا تھا۔ پس آپ پر حج کے لئے جانا فرض نہ تھا۔ کیونکہ حج صرف اس حالت میں ہو سکتا ہے کہ رستہ میں امن ہو۔ خود آنحضرت صلعم نے حدیبیہ کے سال حج نہیں کیا۔ محض اس وجہ سے کہ کفار مانع ہوتے۔

۲۔ آپ کو دوران سر اور ذیابیطس کی دو بیماریاں تھیں۔ ۳۔ آپ کے والد بزرگوار آپ کے سر پر چالیس سال کی عمر تک زندہ رہے اور اس کے بعد اولاد تھی۔

۴۔ تذکرۃ الاولیاء میں ہے۔ "ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ حج کا کیا۔ جب میں بغداد پہنچا تو حضرت ابوحازم مکیؒ کے پاس گیا۔ میں نے اُن کو سوتے پایا۔ میں نے تھوڑی دیر صبر کیا۔ جب آپ بیدار ہوتے تو فرمانے لگے کہ میں نے اس وقت حضرت پیغمبر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلعم نے مجھ کو تیرے لئے پیغام دیا اور فرمایا کہ کہہ دو اپنی ماں کے حقوق کی نگہداشت کرے کہ اس کے لئے وہی بہتر ہے حج کرنے سے۔ اب تُو لوٹ جا۔ اور اس کے دل کی رضا طلب کر۔ میں واپس پھرا اور مکہ معظمہ نہ گیا۔" (تذکرۃ الاولیاء۔ ذکر ابوحازم مکیؒ باب ۷ صفحہ ۶۸ انوار الاذکیا اردو ترجمہ ظہیر الاصفیاء صفحہ ۵۵)

بھلا ایک ماں کی خدمت تو حج سے بہتر ہے پھر اسلام (جس پر ہزاروں مائیں قربان کی جا سکتی ہیں) کی خدمت کرنا کیوں حج سے بہتر نہیں۔

۵۔ "جَاءَتْ اِمْرَاءَةٌ مِنْ خَثْعَمٍ.... فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ فِي الْحَجِّ اَدْرَكَتْ اَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ۔" (بخاری کتاب الحج باب وجوب الحج وفضلہ پہلی حدیث جلد ۱ صفحہ ۱۶۴)

خثعم قبیلہ کی ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا یا رسول اللہ میرا باپ بہت بوڑھا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا فریضہ حج فرض ہو گیا ہے وہ بوجہ بڑھاپا اونٹ پر بیٹھ نہیں سکتا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ہاں۔ یہی حدیث مسلم کتاب الحج مع شرح نووی جلد ۱ صفحہ ۴۳۱ میں بھی ہے۔

۶۔ "عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِيْ مَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ اَفَاَحُجُّ قَالَ اَرَاَيْتَ لَوْ كَانَ عَلٰى اَبِيْكَ دَيْنٌ اَكُنْتَ قَاضِيَهٗ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَدَيْنُ اللّٰهِ اَحَقُّ۔" (نسائی مناسک حج ۷، ۱۱، ۱۲ جلد ۲ صفحہ ۵ مطبوعہ مصر)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عکرمہؓ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرا باپ فوت ہو گیا اور اس نے حج نہیں کیا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ فرمایا کیا اگر تیرے باپ پر کوئی قرضہ ہوتا تو تُو اس کو ادا کرتا؟ اس نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا پھر اللہ کا قرضہ زیادہ قابل ادائیگی ہے یعنی اس کو ادا کر دو۔ حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے بھی حج بدل کرایا گیا اور حضرت

حافظ احمد اللہ صاحب مرحومؒ نے فریضۂ حج ادا کیا۔

فَجِّ الرَّوْحَاءِ

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مسیح موعود حج کرے گا اور فَجِّ الرَّوْحَاءِ سے عمرہ کرے گا۔ آنحضرتؐ نے مسیح موعودؑ کو حج کرتے دیکھا ہے۔

الجواب:۔ آنحضرت صلعم نے دجّال کو بھی حج کرتے دیکھا ہے کیا دجّال بھی حاجی ہوگا؟ "رَجُلٌ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ"

(بخاری کتاب بدء الخلق کتاب الانبیاء۔ باب واذکر فی الکتاب مریم جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ مطبع البہیہ مصر)

کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھا آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ دجّال ہے باقی رہی حدیث لَيُهِلَّنَّ ابْنُ مَرْيَمَ بِفَجِّ الرَّوْحَاءِ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ لَيُثَنِّيَنَّهُمَا۔ (صحیح مسلم کتاب الحج) تو یاد رکھنا چاہیئے کہ (۱) حدیث کے الفاظ میں اَو۔ اَو۔ اَو۔ کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ آنحضرتؐ کے اصل الفاظ محفوظ نہیں ہیں یہ روایت سند کے لحاظ سے بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کا ایک راوی محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہے اس کے متعلق لکھا ہے "قَالَ اَبُو الزِّنَادِ كُنَّا نَكْتُبُ الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ وَكَانَ ابْنُ شِهَابٍ يَكْتُبُ كُلَّمَا سَمِعَ" (تہذیب التہذیب جلد ۹ صفحہ ۴۴۸) کہ ابو الزناد نے کہا ہے کہ ہم تو حلال اور حرام کی بابت حدیث جمع کرتے تھے مگر ابن شہاب جو سنتا تھا لکھ لیتا تھا پس وُہ حجّت نہیں ہے اور ابو داؤد کہتے ہیں کہ "قَدْ رُوِيَ مِأَتَيْنِ عَنْ غَيْرِ الثِّقَاتِ کہ زہری کی روایت کردہ روایتوں میں دو صد کے قریب روایتیں غیر ثقہ راویوں سے مروی ہیں۔ (تہذیب التہذیب جلد ۹ صفحہ ۴۴۷) نیز اس کے متعلق علامہ ذہبی کی رائے یہ ہے کہ كَانَ يُدَلِّسُ فِي التَّادِيَہ۔ (میزان الاعتدال مطبع انوار محمدی جلد ۲ صفحہ ۴۳۸)۔

اسی طرح حدیث کا دوسرا راوی سعید بن منصور بن شعبۃ الخراسانی ابو عثمان ہے اس کے متعلق لکھا ہے کہ اِذَا رَاٰی فِيْ كِتَابِهٖ خَطَأً لَمْ يَرْجِعْ عَنْهُ (تہذیب التہذیب جلد ۴ صفحہ ۹) و (میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۳) یعنی یہ راوی اتنا ضدی تھا کہ اگر اپنی تحریر کردہ حدیث میں کوئی غلطی بھی دیکھتا تھا تو اپنی غلطی سے رجوع نہ کرتا تھا۔ اسی طرح دوسری سند میں سعد بن عبدالرحمٰن الفہمی بھی ہے جس نے یہ روایت زہری سے لی ہے اس کے متعلق لکھا ہے کہ "وَهُوَ دُوْنَهُمْ فِي الزُّهْرِيِّ"..... فِيْ حَدِيْثِهٖ عَنِ الزُّهْرِيِّ بَعْضُ الْاِضْطِرَابِ (تہذیب التہذیب جلد ۸ صفحہ ۴۶۲) کہ لیث کی جو روایت زہری سے ہو وہ مشکوک ہوتی ہے۔ پس روایت متنازعہ بھی مشکوک ہے۔ تیسرے طریق میں حرملہ بن یحییٰ بن عبداللہ بھی ضعیف ہے۔ ابو حاتم اس کے متعلق کہتے ہیں کہ "لَا يُحْتَجُّ بِهٖ" کہ اس کا قول حجّت نہیں نیز یہ روایت اس راوی نے ابن وہب سے لی ہے۔ حالانکہ یہ ثابت ہے کہ ان دونوں کے درمیان دشمنی تھی پس یہ روایت حجّت نہیں۔"

(تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۲۳۰)

مختصر یہ کہ یہ روایت ضعیف ہے اور اس میں زہری کی تدلیس اور لیث کا اضطراب اور حرملہ کی عدم ثقاہت کا دخل ہے۔ لہٰذا حجت نہیں۔

۲۔ فَجِّ الرَّوْحَاءِ کوئی میقات نہیں چنانچہ (ا) فج بمعنے طریق است و ہر دو امکانیست مابین مدینہ طیبہ رواوی صغرا در راہِ مکہ مکرمہ (حج الکرامہ ص۳۲۹ بزبان فارسی) پس ثابت ہوا کہ یہ میقات نہیں۔ (ب) لَيْسَ بِمِيْقَاتٍ (اکمال الاکمال شرح مسلم جلد ۳ ص۲۹۸) کہ فج روحاء کوئی میقات نہیں۔ (ج) لغت کی کتاب قاموس میں ہے اَلرَّوْحَاءُ بَيْنَ الْحَرَمَيْنِ عَلٰى ثَلَاثِيْنَ وَ اَرْبَعِيْنَ مِيْلًا مِنَ الْمَدِيْنَةِ (قاموس جلد ۳ ص۲۳۲) کہ روحاء حرمین کے درمیان مدینہ سے تیس چالیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ پس یہ نہ میقات ہے اور نہ میقات کے بالمقابل۔

۳۔ مسلم کی ایک دوسری حدیث اس حدیث کی شرح کرتی ہے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلْعَمْ بَيْنَ مَكَّةَ وَ الْمَدِيْنَةِ فَمَرَرْنَا بِوَادٍ فَقَالَ اَيُّ وَادٍ هٰذَا؟ فَقَالُوْا وَادِ الْاَزْرَقِ قَالَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى مُوْسٰى (فَذَكَرَ مِنْ لَوْنِهٖ وَ شَعْرِهٖ شَيْئًا) وَاضِعًا اَصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ جُؤَارًا اِلَى اللّٰهِ بِالتَّلْبِيَةِ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِيْ فَقَالَ ثُمَّ سِرْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى ثَنِيَّةٍ فَقَالَ اَيُّ ثَنِيَّةٍ هٰذِهٖ؟ فَقَالُوْا هَرْشٰى ----- فَقَالَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى يُوْنُسَ عَلٰى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ عَلَيْهِ جُبَّةُ صُوْفٍ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِيْ مُلَبِّيًا" (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص۵۰۹ مجتبائی)

حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ ہم ایک دن مکہ اور مدینہ کے درمیان گئے۔ پس ہم ایک وادی سے گذرے آنحضرت صلعم نے پوچھا یہ کونسی وادی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ وادی ارزق۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں (پھر آنحضرت صلعم نے حضرت موسیٰؑ کے رنگ اور بالوں کا کچھ ذکر کیا) انہوں نے اپنی انگلیاں دونوں کانوں میں ڈالی ہوئی ہیں اور وہ اس وادی سے گزرتے ہوئے لبیک کہہ رہے ہیں راوی کہتا ہے کہ پھر ہم آگے چلے۔ یہاں تک کہ ہم ایک ٹیلے پر پہنچے۔ آنحضرتؐ نے پوچھا یہ کونسا ٹیلا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ ہرشے ٹیلہ ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ گویا میں یونسؑ کو ایک سرخ اونٹنی پر سوار ایک صوف کا جبہ پہنے ہوئے اس وادی سے گذرتے ہوئے اور لبیک کہتے ہوئے دیکھ رہا ہوں"

معلوم ہوا کہ جس طرح کشفی حالت میں آنحضرت صلعم نے ان انبیاء کو تلبیہ کہتے ہوئے دیکھا اسی طرح وادی فج الروحاء میں احرام باندھے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔

۴۔ چنانچہ تصوف کی مشہور کتاب التعرف کی شرح میں ابو ابراہیم اسمٰعیل بن محمد بن عبداللہ المستملی لکھتے ہیں۔ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلْعَمْ اَنَّهٗ مَرَّ بِالصَّخْرَةِ مِنَ الرَّوْحَاءِ سَبْعُوْنَ نَبِيًّا حُفَاةً عَلَيْهِمُ الْعَبَاءُ يَطُوْفُوْنَ الْبَيْتَ الْعَتِيْقَ (شرح التعرف ص۶) کہ ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں نے روحاء کے مقام پر ایک چٹان کے پاس گذشتہ ستر نبیوں کو ننگے پاؤں

چادریں اوڑھے کعبہ کا طواف کرتے دیکھا ہے۔ پس اسی فج الروحاء کے مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا ہے۔

۵۔ پس اس کشف کی تعبیر ہوگی اور تعبیر یہ ہے "وَاِنْ رَاٰی اَنَّهٗ حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ فَاِنَّهٗ يَعِيْشُ عَيْشًا طَوِيْلًا وَ تُقْبَلُ اُمُوْرُهٗ (تعطیر الانام فی تعبیر الاعلام جلد ا صفحہ ۱۱۵ باب الحاء) یعنی جو شخص یہ دیکھے کہ اس نے حج یا عمرہ کیا ہے پس اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ لمبی عمر پائیگا اور اس کی مرادیں پوری ہونگی۔

۶۔ وَمَنْ رَاٰی فَعَلَ شَيْئًا مِنَ الْمَنَاسِكِ فَهُوَ خَيْرٌ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَقِيْلَ اِنَّ الْاِحْرَامَ تَجَرُّدٌ فِي الْعِبَادَةِ اَوْ خُرُوْجٌ مِنَ الذُّنُوْبِ...... فَاِنَّهٗ يَدُلُّ عَلٰى حُصُوْلِ رَحْمَةٍ۔

(کتاب الاشارات فی علم العبارات باب ۱۰ صفحہ ۱۳۱ برحاشیہ تعطیر الانام جلد ۲ باب القاف)

کہ اگر کوئی شخص دیکھے کہ اس نے حج کے مناسک میں سے کوئی ادا کیا ہے۔ تو یہ بہر حال اچھا ہے اور کہا گیا ہے کہ احرام باندھنا (خواب میں) صرف عبادت کے لئے یا گناہوں سے نکلنے کے لئے خاص ہے۔ کیونکہ یہ حصول رحمت پر دلالت کرتا ہے۔

۷۔ وَمَنْ رَاٰی كَاَنَّهٗ خَارِجٌ اِلَى الْحَجِّ فِيْ وَقْتِهٖ...... فَاِنْ كَانَ مَغْمُوْمًا فُرِجَ عَنْهُ.... فَاِنْ رَاٰی كَاَنَّهٗ يُلَبِّيْ فِي الْحَرَمِ فَاِنَّهٗ يَظْفَرُ بِحُدُوْدِهٖ وَيَاْمَنُ خَوْفَ الْغَالِبِ"

(منتخب الکلام فی تفسیر الاحلام لامام محمد بن سیرین باب ۱۳ صفحہ ۳۴ برحاشیہ تعطیر الانام باب الباء جلد ا صفحہ ۳۴)

کہ خواب میں جو شخص یہ دیکھے کہ حج کے ایام میں حج کے لئے جارہا ہے پس اگر تو اس کو کوئی خوف ہے تو وہ امن پائیگا اور اگر وہ ہدایت یافتہ نہیں تو ہدایت پائیگا اور اگر وہ مغموم ہے تو غم دُور ہوگا اور اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ وہ احرام کی حالت میں لبیک کہہ رہا ہے۔ پس وہ کامیاب ہوجائے گا اور خوف سے امن میں ہوجائے گا۔

۸۔ اور یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ دجّال کافر ہے اس کا طواف سے کیا کام؟ جواب اس کا یہ دیا ہے علماء نے کہ یہ آنحضرتؐ کے مکاشفات سے ہے خواب میں تعبیر اس کی یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کو دکھایا۔ روز ہوگا کہ عیسیٰؑ گرد دین کے پھریں گے واسطے قائم کرنے دین کے اور درستی کرنے خلل وفساد کے اور دجّال بھی پھرے گا گرد دین کے بقصد خلل وفساد ڈالنے کے دین میں کَذَا قَالَ الطِّيْبِيُّ۔

(مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۳۶۲ ومرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۲۸ ۔ مجمع البحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ و برحاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۵ مطبع نظامی۔)

۹۔ "لَيُبَطِّئَنَّ" کا مضارع اس حدیث میں مولوی ثناء اللہ امرتسری کے ترجمۂ قرآن کو مدّنظر رکھتے ہوئے حال کے لئے بھی ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ مولوی صاحب مذکور نے آیت وَ اِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ (النساء: ۷۳) کا ترجمہ کوئی تم میں سے سُستی کرتا ہے" کیا ہے

(دیکھو تفسیر ثنائی تفسیر سورۃ نساء زیر آیت وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ)۔

÷ ÷ ÷

۱۵۔ مرزا صاحب سے تو خدا کا وعدۂ حفاظت تھا۔ پھر کیا ڈر تھا؟

جواب ۱۔ "وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ ۵ : ٦٧) کا وعدہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی تھا۔ اور یہ وعدہ ابتدائے نبوت میں ہوا تھا۔" (دُرِّ منثور جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)

پھر حضرت ہجرت کے لئے رات کو نکلے اور غارِ ثور میں چھپنے کی کیا ضرورت تھی؟ نیز درِّ منثور میں ہے کہ "كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلْعَمْ اِذَا خَرَجَ بَعَثَ مَعَهٗ اَبُوْ طَالِبَ مَنْ يَكْلَؤُهٗ۔" نیز دیکھو ابن کثیر برحاشیہ فتح البیان جلد ۳ صفحہ ۳۸۲ و بحر محیط جلد ۳ صفحہ ۵۳۰ مطبوعہ مصر) کہ رسول خدا صلعم جب کہیں جاتے تو حضرت ابوطالب کسی آدمی کو بطور حفاظت ساتھ بھیج دیتے تھے۔ نیز اگر یہ کہو کہ مرزا صاحب نے حج نہ کیا اسلام بھی پورے نہ کئے تو تم یہ بتاؤ کہ نبیوں کے سردار آنحضرت صلعم نے پانچ بنا اسلام کو پورا کیا ہے؟ آپؐ کا زکوٰۃ دینا ثابت کرو۔ نیز حضرت علیؓ کا۔

۲۔ جنگِ بدر کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زرہ پہنی فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ الدِّرْعَ (بیضاوی جلد ا صفحہ ۱۰۶) کہ بدر کی جنگ کے موقعہ پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زرہ بکتر پہنے ہوئے دیکھا۔

۳۔ تفسیر حسینی میں لکھا ہے:۔

"تفسیر وسیط میں محمد بن کعب قرظی سے منقول ہے کہ لیلۃ العقبہ میں پچھتر آدمی اہلِ مدینہ میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرتے تھے۔ عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ شرط کر لیجئے جو خدا اور رسول کے واسطے آپ چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کے واسطے میں یہ شرط کرتا ہوں کہ اسی کی عبادت کرو اور اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے واسطے یہ شرط کرتا ہوں کہ ان چیزوں سے میری حفاظت کرو جن سے اپنی جانوں اور مالوں کی حفاظت کرتے ہو۔"

(تفسیر قادری مترجم جلد ا صفحہ ۳۱۲ و صفحہ ۳۱۳ زیر آیت اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ سورۃ توبہ : ۱۱۱)

۱۶۔ مرزا صاحب نے ملازمت کی

الجواب:۔ بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا كُنْتُ اَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ (بخاری کتاب الاجارۃ باب رعی الغنم جلد ۲ صفحہ ۲۲ مصری) کہ میں چند قیراط لے کر کفارِ مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ نیز قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ کا اپنے خسر کی بکریاں چرانا پڑھو۔

۱۷۔ چندہ لیتے تھے؟

حضرت مرزا صاحب چندہ لیتے ہیں۔ حالانکہ مہدی نے تو مال بانٹنا تھا یہاں تک کہ کوئی قبول کرنے والا باقی نہیں رہے گا۔

جواب ۱ - مولویوں کو پیسوں کی خاص طور پر فکر ہوتی ہے حدیث میں "یَفِیضُ الْمَالُ" ہے (دیکھو ترمذی مجتبائی) یعنی اس زمانہ میں دولت اور مال زیادہ ہوگا۔ جیسا کہ اب ہے۔

۲۔ اگر "یَفِیضُ الْمَالُ" (ترمذی کتاب الفتن باب ماجاء فی نزول عیسٰی بن مریم) کو صحیح سمجھ کر یہ معنے کئے جائیں کہ مسیح موعودؑ آکر مال تقسیم کرے گا، مگر کوئی اسے قبول نہیں کرے گا تو اس سے مراد دنیوی مال و دولت تو ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ ترمذی شریف کی ایک اور صحیح حدیث میں ہے:۔

"لَوْ کَانَ لِاِبْنِ اٰدَمَ وَادِیًا مِّنْ مَّالٍ لَابْتَغٰی عَلَیْهِ ثَانِیًا وَلَوْ کَانَ لَهٗ ثَانِیًا لَابْتَغٰی عَلَیْهِ ثَالِثًا وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ"

(ترمذی کتاب المناقب ابی ابن کعب جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ مجتبائی)

"اگر انسان کو ایک وادی مال و دولت سے بھرپور مل جائے تو اس پر بھی وہ ضرور دوسری وادی کا آرزومند ہوگا اور جب اس کو دوسری وادی بھی حاصل ہو جائے تو اس پر بھی وہ تیسری وادی کا خواہشمند ہوگا۔ اور (سچ تو یہ ہے کہ) کہ انسان کے پیٹ کو سوائے خاک کے اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی (یعنی قبر ہی میں جاکر اس کی حرص مٹتی ہے)۔"

پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ مہدی کے وقت میں یہ انسانی فطرت بدل جائے اور آنحضرت صلعم کا یہ فرمان غلط ہو جائے۔ پس مہدی کے مال بانٹنے سے مراد وہ علوم آسمانی اور حقائق و معارف کا خزانہ ہے جو مسیح موعودؑ نے لوگوں کو دیا اور جس کو تمہارے جیسے بدقسمت قبول نہیں کرتے۔

۳۔ اس مال سے مراد وہ متعدد انعامات ہیں جو آپ نے اپنی مختلف کتابوں کے جواب لکھنے والوں کے لئے مقرر فرمائے۔ مگر کسی کو ان کے قبول کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

۴۔ قرآن مجید میں ہے۔ (ا) اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰکُمْ صَدَقَةً۔ (المجادلة: ۱۳) کہ اے مسلمانو! جب تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مشورہ کرنے جاؤ۔ تو کچھ چندہ بھی لے جایا کرو۔

(ب) "اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبه: ۱۱۱) کہ اللہ تعالےٰ نے مومنوں سے اُن کے مال اور اُن کی جانیں خرید کر اس کے عوض ان کو جنت دے دیا ہے۔

(ج) قرآن مجید میں سینکڑوں آیات انفاق فی سبیل اللہ کے متعلق ہیں۔

۵۔ الزامی جواب

بخاری میں ایک نہایت دلچسپ حدیث ہے۔ جس کے مطابق :۔ حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ بعض صحابہؓ کسی گاؤں میں بحالتِ سفر ٹھہرے اور اہلِ گاؤں سے دعوت طلب کی، مگر ان لوگوں نے مہمانی سے انکار کیا۔ اتنے میں اس قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا۔ سب علاج کئے لیکن فائدہ نہ

ہوا۔کسی نے انہیں کہا کہ گاؤں سے باہر جو لوگ (صحابہ) ٹھہرے ہوتے ہیں ان سے پوچھو۔ شاید ان میں سے کسی کو کوئی علاج معلوم ہو۔ چنانچہ جب وہ لوگ صحابہ کے پاس آئے تو ایک صحابی نے کہا ہاں میں دَم کرنا جانتا ہوں۔ مگر چونکہ تم لوگوں نے ہمیں مہمانی دینے سے انکار کردیا تھا۔ اس لیے اب بلا اُجرت علاج نہیں کروں گا۔ اس پر ان لوگوں کے ساتھ ان کا معاوضہ چند بھیڑیں، بکریاں مقرر ہوا۔ اس صحابی نے قبیلہ کے سردار پر "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" پڑھ کر دَم کیا جس سے وہ یکدم اچھا ہوگیا۔ اور اس صحابی کو گاؤں والوں نے معاوضہ ادا کر دیا اس پر باقی صحابہ نے کہا کہ اس معاوضہ میں ہمارا بھی حق ہے۔ پس ہمارا حصّہ بانٹ دو مگر وہ صحابی جنہوں نے دَم کیا تھا کہتے تھے کہ چونکہ دَم میں نے کیا ہے اس لئے یہ میرا ذاتی حق ہے کسی دوسرے کا اس میں حصّہ یا دخل نہیں۔ اس پر یہ فیصلہ ہوا کہ آنحضرت صلعم کے پاس چلتے ہیں۔ جو فیصلہ حضور کریں۔ آخر وہ سب اصحاب آنحضرت صلعم کے حضور پیش ہوتے حضور صلعم نے سب واقعہ سُنا۔ پھر اس دَم کرنے والے صحابی سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ" ثُمَّ قَالَ قَدْ أَصَبْتُمْ اقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا فَضَحِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(بخاری کتاب الاجارۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳ مطبع الہٰیہ مصر و تجرید بخاری مترجم اُردو حصّہ اول صفحہ ۴۳۸)۔

› یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم کو کیسے معلوم ہوا کہ (سورۃ فاتحہ سے) جھاڑ پھونک یا دَم کیا جاتا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا تم نے اچھا کیا اب اس کو بانٹ لو اور اپنے ساتھ میرا حصّہ بھی لگا دو۔" یہ کہہ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مُسکرائے۔

سوال یہ ہے کہ (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حصّہ کیوں نکلوایا۔ (۲) مُسکرائے کیوں تھے؟

۶۔ اسی طرح بخاری کتاب الوکالۃ باب الوکالۃ فی قضاء الدیون جلد ۲ صفحہ ۲۶ مطبع الہٰیہ مصر اور تجرید بخاری مترجم اُردو حصّہ اول صفحہ ۴۳۲ پر ہے کہ آنحضرت صلعم سے ایک شخص نے اپنا سابقہ قرض طلب کیا اور آپؐ سے جھگڑا کر کے سخت کلامی کی جس پر صحابہ اسے مارنے لگے مگر آنحضرتؐ نے صحابہ کو اس سے منع فرمایا مگر اپنا قرض صحابیؓ سے ادا کروایا۔

۱۸۔ مراق

مرزا صاحب نے لکھا ہے۔ مجھے مراق ہے (بدر جلد ۲ نمبر ۲۳ صفحہ ۵ کالم ۲، ۷، جون ۱۹۰۶ء) اور مراق کا ترجمہ ہے۔ ہسٹیریا بقول مرزا بشیر احمد صاحب (سیرۃ المہدی جلد ۱ صفحہ ۱۳) اور جس کو ہسٹیریا ہو، وہ نبی نہیں ہوسکتا۔ بقول ڈاکٹر شاہ نواز خاں صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم (ریویو آف ریلیجنز جلد ۲۵ جلد ۸ صفحہ ۱۱-۱۲ و ۲۹۲ اگست ۱۹۲۶ء) پس ثابت ہوا مرزا صاحب نبی نہ تھے ان کو کاٹا لیپسی CATALEPSY کا مرض تھا۔ (رسالہ مراق مرزا مؤلفہ حبیب اللہ صفحہ ۲)

جواب:۔ (۱) خدا کے انبیاء کو ہمیشہ مجنون ہی کہا جاتا ہے۔ قرآن میں کہا ہے اَئِنَّا لَتَارِكُوا

اَئِنَّا لَتَارِكُوْا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ (سورة الصّٰفّٰت : ۳۷)

(۲) سب انبیاء کے سردار آنحضرت صلعم کے بدباطن دشمنوں نے آپ کے متعلق بھی یہی بکواس کی تھی۔ چنانچہ ملاحظہ ہو کتاب **"A Contribution to the Islamic Civilisation"**

(By Von Kremer Page 180-185)

اصل الفاظ یہ ہیں :-

"Our acquatance with the fable, later on repeated with a pecular zeal that Mohammad invented the story of intercourse with Gebriel in order to allay the anxiety of Khadeeja for the epileptic fits with which he was seized.

ii Gribert of noget writes, Mohammad however was seized with epileptic fits and Khadeeja and alarmed at this malady hastened to the hermit for an explanation. She was thereupon answered that the apparent epilepsy was only the condition in which Mohammad was honoured with divine revelation."

(۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ مجھ کو مراق ہے یہ غلط ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو "مراق" تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کو "دورانِ سر" یعنی "سر درد" کا مرض ضرور تھا اور حضرتؑ نے اپنی قریباً ہر ایک کتاب میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر حضور نے ایک مقام پر بھی اس کا نام مراق نہیں رکھا۔ بدر ۷ رجون ۱۹۰۶ء جس کا حوالہ معترضین نے دیا ہے وہ حضرت کی تحریر نہیں بلکہ ڈائری ہے اور ڈائری حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر کے بالمقابل اور خلاف ہونے کی صورت میں حجت نہیں۔ پس اگر "مراق" کے لفظ سے مراد "مالیخولیا" ہے تو یہ حضرت کی تحریرات کے سراسر خلاف ہے لہٰذا قابلِ قبول نہیں۔ حضرت نے جب صدہا مرتبہ اسی بیماری کا نام اپنی تحریرات میں "دورانِ سر" تحریر فرمایا ہے اور ایک جگہ بھی "مراق" نہیں لکھا تو ڈائری اس کے خلاف پیش نہیں ہو سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں: "ایسا ہی خدا تعالیٰ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر کوئی خبیث مرض دامنگیر ہو جائے۔ جیسا کہ جذام اور جنون اور اندھا ہونا اور مرگی۔ تو اس سے یہ لوگ نتیجہ نکالیں گے کہ اس پر غضبِ الٰہی ہو گیا۔ اس لئے پہلے سے اس نے مجھے براہینِ احمدیہ میں بشارت دی کہ ہر ایک خبیث عارضہ سے تجھے محفوظ رکھوں گا اور اپنی نعمت تجھ پر پوری کروں گا۔"

(اربعین ۳ ص ۳۰ حاشیہ)

۴۔ الزامی جواب

تم لوگ تو ہمیشہ خدا کے نبیوں کے متعلق ایسی ایسی باتیں گھڑتے ہی رہتے ہو جس نے انہیں خللِ دماغ کا مریض تسلیم کرنا پڑے۔ حضرت مرزا صاحب کے تو تم دشمن ہو مگر تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی لحاظ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ آپ کے متعلق لکھدیا کہ آپؐ پر جادو کا اثر ہوگیا اور آپؐ کی یہ حالت ہوگئی کہ آپ سمجھتے تھے کہ میں نے فلاں کام کیا ہے۔ حالانکہ آپ نے نہ کیا ہوتا تھا۔ (گویا نعوذ باللہ حواس قائم نہ رہے تھے) چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:۔

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سُحِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا يَفْعَلُهُ"

(بخاری کتاب بدء الخلق باب فی ابلیس جنودہ تجرید بخاری از علامہ حسین بن مبارک زبیدی ۸۹۳ھ فیروز الدین اینڈ سنز لاہور)

ترجمہ از تجرید بخاری :۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا (اس سے) آپ کو خیال ہوتا کہ ایک کام کیا ہے۔ حالانکہ آپ نے اس کو کیا نہ ہوتا"

پھر باوجود ان روایات کے حضرت مسیح موعودؑ پر اعتراض کرو تو معذور ہو کیونکہ یرقان کے مریض کو ہر چیز زرد ہی نظر آتی ہے۔ باقی رہا "دورانِ سر" اور اس پر مذاق اول تو اس لئے کہ مسلم کتاب الفتن واشراط الساعة باب خروج الدجال ونزول مسیح جلد ۲ مصری کی حدیث میں ہے کہ مسیح موعودؑ دو زرد چادریں پہنے ہوئے ہوگا یہ آپ کی صداقت کی دلیل ہے اور اس لئے بھی کہ ڈاکٹری کی رو سے دورانِ سر دماغ کے اعلیٰ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

"The subjects of Migraine are nearly always of an active capable and intelligant type."
(Price's Text Book of Medicine --- Page : 1502)

"یعنی دورانِ سر کے مریض قریباً ہمیشہ قابل اور عالی دماغ آدمی ہوتے ہیں"

باقی رہا سائل کا طرزِ استدلال۔ سو وہ خود ہی اس کی غلطی پر گواہ ہے۔ حضور نے کب کہا ہے کہ مجھے ہسٹیریا ہے حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے بیشک حضرت اُم المومنین کی زبانی ہسٹیریا کا لفظ بولا ہے مگر (اول) آپ کوئی ڈاکٹر نہیں ہیں کہ جو ترجمہ دوران سر کا کیا ہے وہ درست ہو اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہسٹیریا کا مرض تھا۔ پس تیسرا حوالہ جو معترض نے نقل کیا ہے وہ بھی بے فائدہ ہے نہ حضرت اپنی نسبت ہسٹیریا تسلیم کرتے ہیں نہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ہسٹیریا کا ترجمہ مالیخولیا کرتے یا سمجھتے ہیں۔ پس مخالف کا استدلال قطعاً باطل ہے۔ ڈاکٹر شاہ نواز خاں صاحب نے محولہ بالا رسالہ میں طبی نقطۂ نگاہ سے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو قطعاً ہسٹیریا نہ تھا ہم نے جو انگریزی عبارتیں (VON KREMER) کی نقل کی ہیں ان میں وہ آنحضرت صلعم کی نسبت (EPILEPSY) کا لفظ استعمال

کرتا ہے اور لطف یہ کہ مولوی ثناء اللہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت (CATALEPSY) کا لفظ استعمال کیا ہے اور انگریزی ڈکشنری میں دونوں کا ترجمہ ایک ہی بتایا گیا ہے۔ "تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ" (البقرہ: ۱۱۹)

نوٹ:- اسی کتاب کے ص۱۸۵ و ص۱۸۶ پر VON KREMER (فان کریمر) نے آنحضرتؐ کی وفات کے متعلق ایسی گندی اور ناقابل بیان فحش نویسی کی ہے کہ ہم اسے یہاں انگریزی میں بھی نقل نہیں کر سکتے ان غیر احمدیوں کو جو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے متعلق فحش کلامی کیا کرتے ہیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ وہ اس قدر دلآزار ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق جو کچھ غیر احمدی کہا کرتے ہیں وہ دسواں حصہ بھی اس تحریر کے مقابلہ میں دل آزار نہیں۔

۱۹- مبہی دوائیاں

مرزا صاحب قوتِ باہ کی دوائیاں کھایا کرتے تھے۔

جواب:- قرآن مجید میں ہے "قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" (الکھف: ۱۱۱) کہ کہہ دے کہ میں بھی تمہاری طرح کا انسان ہوں۔ بوجہ بشریت تمام بشریت کے تقاضے (جو گناہ نہ ہوں) انبیاء کے ساتھ ہوتے ہیں۔ کوئی نبی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کے متعلق بھی اسی قسم کے واقعات ہیں:۔

۱۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور و معروف کتاب کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں:۔

"اور غرائب اخبار میں منقول ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ میں ضعف شہوت دیکھا تو جبرائیل نے مجھے ہریسہ کھانے کو کہا اور اس کا سبب یہ تھا کہ حضورؐ کی نو عورتیں تھیں اور وہ تمام عالم پر حرام ہو چکی تھیں اور ان کی امید تمام جہان سے منقطع ہو چکی تھی۔" (کیمیائے سعادت مترجم اُردو از ملک عنایت اللہ صاحب پروفیسر مشن کالج مطبوعہ دین محمدی پریس۔ رکن سوم مہلکات میں اصل پیٹ اور شرمگاہ کی خواہش کے علاج میں ص۲۷۰)

نوٹ:- کیمیائے سعادت کے فارسی ایڈیشن مطبع نولکشور کے ص۲۷۵ پر یہ روایت درج ہے

۲۔ "ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل سے اپنی قوتِ باہ کا شکوہ کیا۔ جبرئیلؑ نے کہا تم ہریسہ کھایا کرو کہ اس میں قوت چالیس مردوں کی رکھی ہے۔"

۳۔ "انس بن مالک کہتے ہیں کہ فرمایا حضرتؐ نے کہ تم خضاب کیا کرو حنا کا کہ حنا قوتِ باہ پیدا کرتی ..... ان حدیثات کو غایت الاحکام فی صناعت الاحکام نجم الدین ابن اللبودی ۶۶۱ھ والے نے بیان کیا ہے۔"

(طب نبوی شائع کردہ ملک دین محمد اینڈ سنز ص۴)

۴۔ تم لوگوں نے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق اپنی تفاسیر میں لکھا ہے کہ وہ "حَصُوْر" تھے ان معنوں میں کہ ان میں قوتِ باہ مطلقاً مفقود تھی۔ (اس سے زیادہ بیان کرنا قرینِ مصلحت نہیں۔ خادمؔ)

دیکھو تفسیر ابن کثیر جلد ا تفسیر زیر آیت سَیِّدًا وَّحَصُوْرًا (آل عمران: ۴۰)

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے:۔ وَكَانَ النِّسَاءُ وَالطِّيْبُ اَحَبَّ شَيْئٍ اِلَيْهِ وَكَانَ يَطُوْفُ عَلٰى نِسَائِهٖ فِي اللَّيْلَةِ الْوَاحِدَةِ وَكَانَ قَدْ اُعْطِيَ قُوَّةَ ثَلٰثِيْنَ فِي الْجِمَاعِ وَغَيْرِهٖ۔" (زاد المعاد جلد ا صفحہ ۳۹ مطبع نظامی کانپور)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیویاں اور خوشبو بہت پیاری تھی اور آپؑ اپنی سب بیویوں کے پاس ایک ہی رات میں ہو آیا کرتے تھے اور حال یہ تھا کہ آپ کو جماع وغیرہ کے لحاظ سے تیس مردوں کی قوت عطا ہوئی تھی۔

۶۔ كَانَ يَطُوْفُ عَلٰى جَمِيْعِ نِسَاءِهٖ فِيْ لَيْلَةٍ بِغُسْلٍ وَّاحِدٍ" (مسند امام احمد بن حنبل، بخاری کتاب الغسل، مسلم۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ و جامع الصغیر امام سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۱۸ مصری۔ تجرید بخاری مترجم اُردو شائع کردہ فیروز اینڈ سنز ۱۳۴۱ھ جلد ا صفحہ ۵۸) ترجمہ از تجرید بخاری بحوالہ مذکورہ بالا:

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے پاس (ایک ہی غسل میں۔ خادم) ایک ہی ساعت کے اندر رات اور دن میں دورہ کر لیتے تھے اور وہ گیارہ تھیں (ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ نو تھیں انسؓ سے پوچھا گیا کہ آپؐ ان سب کی طاقت رکھتے تھے؟ وہ بولے ہم تو کہا کرتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی قوت دی گئی ہے۔

۷۔ ایک اور حدیث میں ہے:" اَتَانِيْ جِبْرَئِيْلُ بِقِدْرٍ فَاَكَلْتُ مِنْهَا فَاُعْطِيْتُ قُوَّةَ اَرْبَعِيْنَ رَجُلًا فِي الْجِمَاعِ" (جامع الصغیر للسیوطی مصری باب الالف الہمزہ جلد ا صفحہ ۵)

یعنی جبرئیلؑ میرے پاس ایک مٹی کی ہنڈیا لائے۔ سو میں نے اس میں سے کھایا تو مجھے جماع میں چالیس مردوں کی قوت دی گئی"

۸۔ ایک اور روایت میں ہے:۔

"اُعْطِيْتُ قُوَّةَ ثَلَاثِيْنَ رَجُلًا فِي الْبِضَاعِ" (فردوس الاخبار دیلمی بحوالہ کنوز الحقائق فی احادیث خیر الخلائق باب الالف برحاشیہ جامع الصغیر باب الالف مصری جلد ا صفحہ ۳۲) "کہ مجھے جماع میں تیس مردوں کی قوت دی گئی ہے"

۹۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک ہی رات میں ننّو، بیویوں سے مجامعت کی۔

(مسند امام احمد بن حنبل۔ بخاری، مسلم۔ نسائی بحوالہ جامع الصغیر للسیوطی حرف الکاف مصری جلد ۲ صفحہ ۸۵)

۲۰۔ ٹانک وائن

مرزا صاحب نے حکیم محمد حسین صاحب قریشی مرحوم کی معرفت ٹانک وائن منگوائی؟

جواب ا۔ ٹانک وائن شراب نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک دوائی ہے جو مختلف قسم کی بیماریوں خصوصاً بچہ پیدا ہونے کے بعد زچہ کے لئے مفید ہے۔ چنانچہ مشہور کتاب "MATERIA MEDICA OF PHARACAUTICAL COMBINATIONS AND SPECIALITIES"

میں جو علم اجزاء و خواص الادویہ کی کتاب ہے ٹانک وائین کے متعلق لکھا ہے۔

("Restorative after childs birth prophylactic against malarial fevers, anaemia, anorexia" Page 197)

کہ ٹانک وائین بچہ کی ولادت کے بعد زچہ کی بحالی طاقت کے لئے مفید ہے نیز ملیریا کے زہر کو زائل کرنے اور کمی خون اور بھوک نہ لگنے کے لئے بھی مفید ہے۔ اب جب ہم حضرت اقدس کے محولہ خط کو جس میں ٹانک وائین کا ذکر ہوا ہے پڑھتے ہیں تو اس میں کہیں بھی حضور نے اس کے متعلق یہ نہیں لکھا کہ میں نے اسے خود استعمال کرنا ہے حضرت اقدس خاندانی حکیم بھی تھے اور اکثر غریب بیماروں کو بعض اوقات نہایت قیمتی ادویہ اپنی گرہ سے دے دیا کرتے تھے۔ لہٰذا محض دوائی منگوانے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اسے حضور نے خود استعمال فرمایا۔ انتہائی بغض کا نتیجہ ہوگا۔

(۲) ہاں اس خط کے ساتھ ملحق خط میں حضرت اقدس نے اپنے گھر میں صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کی ولادت کا ذکر فرما کر بعض دوائیں طلب فرمائی ہیں پس ٹانک وائین بھی غالباً زچہ ہی کے لئے منگوائی گئی کیونکہ یہ دوائی اسی موقعہ پر استعمال کی جاتی ہے۔ پس اندریں حالات بلاوجہ زبانِ طعن دراز کرنا انتہائی بدبختی ہے خصوصاً جبکہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ یہ شراب نہیں بلکہ ایک دوائی کا نام ہے اور اس کا مزید ثبوت یہ ہے کہ یہ دوائی کسی شراب فروش کی دکان سے نہیں ملتی۔ بلکہ انگریزی دوائی فروشوں کی دکان پر سے ملتی ہے۔

پس یہ ثابت ہے کہ ٹانک وائین شراب نہیں بلکہ دوائی ہے اور وہ دوائی بھی حضرت نے خود استعمال نہیں فرمائی لیکن غیر احمدیوں کے نزدیک تو خالص شراب کا استعمال بھی مندرجہ ذیل صورتوں میں جائز ہے ملاحظہ ہو۔

۱۔ "شراب میں تھوڑی سی تُرشی آ جائے تو پینا حلال ہے"

(فتاویٰ ہندیہ ترجمہ فتاویٰ عالمگیری مطبع نولکشور بار دوم ۱۹۰۱ء جلد ۴ صفحہ ۳۶۶)

۲۔ "گیہوں و جَو و شہد و جوار کی شراب حلال ہے"

(عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ جلد ۴ صفحہ ۴۹۸ مطبوعہ نولکشور بار اول ۱۸۹۶ء)

۳۔ "چھوارے و منقّٰی کی شراب حلال ہے"

(مزدوری ترجمہ قدوری صفحہ ۲۴۳ مطبع مجتبائی دہلی بار دوم ۱۹۰۸ء)

۴۔ "جس نے شراب کے نو پیالے پیئے اور نشہ نہ ہوا۔ اور پھر دسواں پیا اور نشہ ہو گیا تو یہ دسواں پیالہ حرام ہے پہلے نو پیالے نہیں"

(غایۃ الاوطار ترجمہ درِ مختار جلد ۴ صفحہ ۲۶۳ مطبع نولکشور بار چہارم ۱۹۰۰ء)

۵۔ "پیاسے کو شراب پینا ضرورتاً جائز ہے" (ایضاً جلد ۱ صفحہ ۱۰۶)

۶۔ "جو گوشت شراب میں پکایا گیا ہو۔ وہ تین بار جوش دینے اور خشک کرنے سے پاک ہو جاتا ہے" (ایضاً صفحہ ۵۴)

(فتاویٰ ہندیہ ترجمہ فتاویٰ عالمگیری صـ۳۹ جلدا و صـ۱۳۲، صـ۲۳، منقول از حقیقۃ الفقہ الموسومہ بہ الاسم التاریخی افاضات الجدیدہ محبوب المطابع برقی پریس دہلی مصنفہ الحاج الحافظ مولوی محمد یوسف صاحب جے پوری بر صفحات ۱۲۷، ۱۴۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۷ ا حصہ اول)

۷۔ علاوہ ازیں شرح وقایہ میں لکھا ہے کہ "جو کوئی چیز مسکر مخلوط ہووے تو بنا بر مذہب امام صاحب درست ہے۔" (شرح وقایہ جلد۴ صـ۵۵ و کتاب الاشربہ آخری سطر مترجم اردو۔ موسومہ بہ نور الہدایہ جلد۴ صـ۲۱۱ مطبوعہ مطبع نظامی کانپور) اور ظاہر ہے کہ وواتی ٹانک وائین بھی مخلوط ہی کی صورت زیادہ سے زیادہ ہو سکتی ہے نہ اس سے زیادہ۔

۸۔ پھر لکھا ہے: (ل) "شراب بقدر سکر کے حرام ہے یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔"
(شرح وقایہ جلد۴ اردو ترجمہ صـ۵۵)

ب۔ "اور جائز ہے سرکہ بنانا خمر کا۔" (نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ جلد۴ صـ۵۵ سطر ۹)

ج۔ اسی طرح نبیذ کھجور کا یا انگور خشک کا جب تھوڑا سا پکا لیا جائے۔ اگرچہ اس میں شدت ہو جائے، لیکن ان تینوں کا اس مقدار تک پینا درست ہے کہ نشہ نہ کرے اور لہو و طرب کے قصد سے نہ پئے۔ بلکہ قوت کے لئے استعمال کرے۔" (نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ جلد۴ صـ۵۵)

د۔ "نسائی نے مثلث کی حلت کو حضرت عمرؓ سے روایت کیا۔ امام صاحب کے نزدیک صرف آخر کا پیالہ ہے جس سے نشہ ہوا۔" (نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ جلد۴ صـ۵۵)

ر۔ "اور مکروہ ہے خمر (شراب) کی تلچھٹ کا پینا اور اس کو کنگھی میں مل کر بالوں کو لگانا، لیکن تلچھٹے کا پینے والا جب تک مست نہ ہووے تو اس کو حد نہ لگے گی۔" (ایضاً صـ۵۵)

۲۱۔ ریشمی کپڑے اور کستوری

"مرزا صاحب نے اپنے ایک مرید کو لکھا کہ میری لڑکی مبارکہ کے لئے ریشمی کرتا چاہیئے جس کی قیمت چھ روپے سے زائد نہ ہو اور گوٹا لگا ہوا ہو۔"

(خطوط امام بنام غلام صـ۵ مجموعہ مکتوبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام بنام حکیم محمد حسین صاحب قریشی لاہور) نیز کستوری استعمال کیا کرتے تھے۔

جواب:۔ کستوری کا استعمال ذیابیطس کی بیماری کے لئے بطور علاج کے تھا اور ہم نے آج تک قرآن مجید، حدیث یا کسی دوسری فقہ کی کتاب میں یہ نہیں پڑھا کہ کستوری حرام ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا (المومنون ۵۲) کہ اے رسولو! جو پاک چیزیں ہیں وہ کھاؤ اور نیک کام کرو۔

باقی رہا مبارکہ کے لئے ریشمی کرتا اور گوٹا لگا ہوا تو عورتوں کے لئے یہ دونو چیزیں اسلامی شریعت کی رو سے حلال ہیں۔ ہاں اگر یہ اعتراض ہو کہ خدا کے محبوبوں کو اچھی پوشاکوں اور اچھے کھانوں سے

کوئی تعلق نہیں ہوتا تو اس کا جواب سُن لو!

۱۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مشک اور عنبر استعمال کرتے تھے"۔

(سیرۃ النبیؐ شبلی نعمانی حصہ اول جلد ۲ صفحہ ۱۶۲)

۲۔ ابو داوٗد میں ہے کہ:۔ "ایک صحابی پر کسی حروری نے اعتراض کیا کہ تم نے قیمتی حُلّہ کیوں پہنا۔ تو انہوں نے جواب میں کہا۔ میں نے آنحضرت صلعم کے جسم پر قیمتی لباس دیکھا ہے"۔ (ابو داوٗد ص۵۵۹ مصری)

۳۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو من کستوری ایک ہی مرتبہ پانی میں ڈال دی اور اپنے اور اپنے بالوں کے اوپر مل دی"۔ (کشف المحجوب مترجم اُردو ص۳۶۹ بخشش اور سخاوت کے بیان میں)

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی میں زعفران لگایا کرتے تھے:۔

"كَانَ يَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ وَيُصَفِّرُ لِحْيَتَهُ بِالْوَرْسِ وَالزَّعْفَرَانِ"۔

(بخاری۔ مسلم۔ ابو داوٗد۔ بحوالہ جامع الصغیر مصنفہ امام سیوطی مصری جلد ۲ ص۱۲۱)

"کہ آنحضرت صلعم رنگے ہوئے چمڑے کی جوتی پہنتے تھے اور ہندوستانی زعفران اور دوسرے زعفران سے داڑھی کو رنگا کرتے تھے"۔

۵۔ "حضرت عثمانؓ نے اپنے دانتوں کو سونے کے تار سے باندھ رکھا تھا"۔

(تاریخ الخلفاء مصنفہ امام سیوطی مترجم اُردو ص۱۸۹ ذکر حضرت عثمانؓ)

۶۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ "پیرانِ پیر" جن کا دعویٰ ہے کہ "میں اپنے جدِ امجد کے قدم پر ہوں نہ اُٹھایا کوئی قدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مقام سے کہ نہ رکھا میں نے اپنا قدم اس جگہ پر"۔

(گلدستہ کرامات ص۶ روایات شیخ شہاب الدین سہروردی مطبع مجتبائی دہلی)

نیز فرماتے ہیں کہ:۔ "هٰذَا وُجُوْدُ جَدِّيْ مُحَمَّدٍ صَلْعَمْ لَا وُجُوْدُ عَبْدِالْقَادِرِ"۔ (ایضاً ص۱۱)

کہ یہ میرا وجود نہیں بلکہ میرے نانا آنحضرت صلعم کا وجود ہے۔ ان کے کپڑوں کی یہ کیفیت تھی۔

(ا) "جناب فیض مآب ملائک رکاب محبوب سبحانی قدس اللہ سرہٗ نہایت مقبول وضع اور خوش پوشاک رہتے تھے اور جسم مبارک کے کپڑے بھی ایسے بیش قیمت اور گراں بہا ہوتے تھے کہ ایک گز کپڑا دس دینار کو خریدا جاتا تھا بلکہ ایک دفعہ عمامہ کرامت شمامہ جناب غوثیہ کا ستر ہزار دینار کو خریدا گیا تھا"۔

(گلدستہ کرامات ص۱۱۲ مطبع مجتبائی، مناقب چہل وسوم دربیان بعض مخزن کرامات مطبع افتخار دہلی ص۸)

(ب) جناب غوث الاعظم نعلین (جوتیاں) قَدَمَیْنِ شَرِیْفَیْنِ اپنے کی اس قدر بیش قیمت پہنا کرتے تھے کہ وہ نعلین یاقوت سُرخ اور زمرد سبز سے مرصع ہوا کرتی تھیں اور نیچے کے تلووں میں انکے میخیں چاندی اور سونے کی جڑی ہوئی تھیں اور کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوتا تھا کہ آپ نے کوئی نعلین آٹھ دن سے زیادہ اپنے پائے مبارک میں پہنی ہوں"۔ (گلدستہ کرامات ص۱۱۲ مطبع مجتبائی مناقب چہل وچہارم درتعریف نعلین مطبع افتخار دہلی ص۸)

(ج) اور کبھی کوئی پوشاک ایک روز سے زیادہ آپ کے بدن شریف پر نہیں رہتی تھی اور سوداگر اور تجار

اقالیم دُور و دراز سے پارچات عمدہ اور لباس ہائے بیش قیمت آپ کے واسطے لایا کرتے تھے........
اشیائے معطر سے آپ کو بہت شوق تھا کہ ہنگام معروفیت عبادت جسم شریف اور لباس کو اس قدر عطر لگایا جاتا تھا کہ تمام مکان عالیشان مدرسہ معطر ہوجاتا تھا اور اکثر یہ شعر آپ کی زبان حق ترجمان پر رہتا تھا ؎

ہزار بار بشویم دہن زعطر و گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

(گلدستہ کرامات ص۱۶ مطبع مجتبائی)

۶۔ "حضرت امام جعفر صادق نے اعلیٰ لباس زیب تن کیا"
(تذکرۃ الاولیاء مترجم اُردو پہلا باب ص۱۵ شائع کردہ برکت علی اینڈ سنز علمی پرنٹنگ پریس)
نیز محبوبان الٰہی کے اعلیٰ لباس کے پہننے کی حکمت ملاحظہ فرمائیں (کشف المحجوب مترجم اردو ص۴۲) لیکن حضرت مسیح موعودؑ کا لباس تو بالکل سادہ ہوتا تھا جس کا تم بھی انکار نہیں کر سکتے۔

۲۲۔ طبیعت کی سادگی اور محویت

غیر احمدی :۔ حضرت مرزا صاحب بعض اوقات ایک پاؤں کا جُوتا دوسرے میں پہن لیتے تھے۔ کبھی قمیض کے بٹن نیچے اوپر لگا لیتے تھے عام طور پر لوگوں کے نام بھول جاتے تھے۔ کیا اس قسم کا شخص بھی مقرب بارگاہ الٰہی ہوسکتا ہے ؟

جواب :۔ یہی تو مقربان بارگاہ الٰہی کی علامت ہے کہ اُن کو انقطاع الی اللہ کی وہ حالت میسّر ہوتی ہے جس سے دُنیادار لوگ بکلی محروم ہوتے ہیں اُن کی یہ محویت اس لئے ہوتی ہے کہ ان کو دُنیا اور اس کے دھندوں کی طرف توجہ کرنے کے لیے وقت ہی نہیں ملتا۔ کیونکہ وہ دن رات اپنے خالق کی طرف سے مفوضہ فرائض کی سرانجام دہی میں معروف رہتے ہیں ان کو دُنیا اور دُنیا کے دھندوں میں قطعاً انہماک نہیں ہوتا کیونکہ وہ دنیا میں نہیں ہوتے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : ؎

ہم تو بستے ہیں فلک پر اس زمیں کو کیا کریں
آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار (درثمین اُردو ص۴۲)

۱۔ حدیث نبوی صلعم میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے بھی فرمایا: "اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ" (کنز العمال جلد ۱۱ ص۳۶۵ نیا ایڈیشن) یعنی دنیا میری نہیں بلکہ تمہاری ہے اور تم ہی اپنی دنیا کے اُمور کو مجھ سے زیادہ سمجھتے ہو۔ (نیز دیکھیں مسلم کتاب الفضائل باب وجوب امتثال من انسؓ و عائشہؓ)

۲۔ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔ "حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہمکو ہدایت فرمائی ہے کہ دُنیا اور دُنیا کی چیزوں کے جاتے رہنے میں خطرہ نہیں ان کی طرف دل مشغول نہ کرنا چاہیئے کیونکہ جب تو فانی کی طرف مشغول ہوگا تو باقی سے در پردہ رہیگا جبکہ نفس اور دُنیا طالب کے واسطے حق سے حجاب ہوتا ہے اسلئے دوستان خداوند عزوجل نے اِس سے مونہہ موڑا ہے۔" (کشف المحجوب مترجم اُردو ص۳۵)

پھر فرماتے ہیں :۔

"ایک گروہ نے لباس کے ہونے یا نہ ہونے میں تکلف نہیں کیا۔ اگر خداوند تعالیٰ نے اُن کو گدڑی دی تو پہن لی ۔ اور اگر قبا دی تو بھی پہن لی۔ اور اگر ننگا رکھا تو بھی ننگے رہے اور میں کہ علی عثمان جلالی رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں اس طریق کو میں نے پسند کیا ہے اور اپنا لباس پہننے میں ایسا ہی کیا ہے۔"

(کشف المحجوب مترجم اُردو صفحہ ۵۶، ۵۷ چوتھا باب فصل سوم)

۳ - چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

ا۔ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حضرت شیخ فریدالدین عطار تحریر فرماتے ہیں:۔

"تیس سال تک ایک کنیز آپ کے ہاں رہی، لیکن آپ نے اُس کا منہ تک نہ دیکھا۔ آپ نے اُس لونڈی کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اِن تیس سال کی مدت میں مجھکو یہ مجال نہ تھی کہ خدا کے سوا کسی اور کی طرف دھیان کروں۔ اس وجہ سے تیری طرف متوجہ نہ ہو سکا۔" (تذکرۃ الاولیاء۔ اردو ترجمہ صفحہ ۳۷ شائع کردہ برکت علی اینڈ سنز)

(ب) حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت لکھا ہے:۔

"آپ کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ ایک مُرید کو جو بیس سال سے ایکدم کے لئے آپ سے جُدا نہ ہوا تھا جب بُلاتے تو اُس سے اُس کا نام دریافت فرماتے ایک دن اُس مُرید نے عرض کی کہ حضرت! شاید آپ مذاق میں ایسا کہتے ہیں اور ہر روز میرا نام دریافت فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ میں مذاق نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے نام نے تمام مخلوق کو میرے ذہن سے فراموش کر دیا ہے۔ اگرچہ میں تیرا نام یاد کرتا ہوں لیکن پھر بھول جاتا ہوں۔" (تذکرۃ الاولیاء۔ اُردو صفحہ ۱۱۹ باب چودھواں شائع کردہ برکت علی اینڈ سنز)

ج۔ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے:۔

"ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کے پاس جا کر کہا کہ آپ کے مکان کی چھت ٹوٹ گئی ہے، گر پڑیگی۔ فرمایا۔ بیس سال ہوئے میں نے چھت کو نہیں دیکھا۔ پھر آپ سے پوچھا گیا کہ خلقت سے کیوں نہیں ملتے؟ فرمایا اگر اپنے آپ سے فراغت ہو تو دوسروں کے پاس بیٹھوں۔"

(تذکرۃ الاولیاء اُردو صفحہ ۱۵۳ اکیسواں باب شائع کردہ برکت علی اینڈ سنز)

د۔ حضرت سفیان ثوریؒ کی نسبت لکھا ہے:۔

"ایک دفعہ آپ نے ایک کپڑا اُلٹا پہن لیا۔ لوگوں نے کہا کہ سیدھا کر کے پہنو مگر آپ نے نہ کیا اور فرمایا کہ یہ کپڑا میں نے خدا کی خاطر پہنا ہے۔ خلقت کی خاطر اس کو بدلنا نہیں چاہتا۔"

(تذکرۃ الاولیاء۔ اردو صفحہ ۱۳۰ سولھواں باب شائع کردہ برکت علی اینڈ سنز)

۲۳ - پردہ کے عدم احترام کا الزام

غیر احمدی:۔ حضرت مرزا صاحب کے سامنے نامحرم عورتیں چلتی پھرتی رہتی تھیں بلکہ ایک ضعیفہ عورت "بانو" نام نے ایک مرتبہ آپ کے رضائی کے اوپر سے پاؤں دبائے۔

جواب ا:۔ اس اعتراض کی بنیاد حضرت مسیح موعودؑ یا حضورؑ کے خلفاء کی کسی تحریر پر نہیں بلکہ زبانی روایات

m0682 (1446x2424x256 jpeg)

پر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حجت صرف حضرت مسیح موعودؑ یا حضورؑ کے خلفاء کی تحریرات ہیں۔ حضرت اقدسؑ کی اپنی تحریرات کے برخلاف کوئی ڈائری یا کسی اور کا قول یا روایت ہرگز حجت نہیں۔ احراری معترضین اس سلسلہ میں جس قدر روایات پیش کرتے ہیں وہ سب ایسی کتابوں کی ہیں جن کی غلطی یا خطا سے منزہ ہونے کا دعویٰ خود ان کے مؤلفین یا مرتبین کو بھی نہیں ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی تالیف "سیرۃ المہدی" بھی اس سے مستثنیٰ نہیں جیسا کہ خود حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس کے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے:۔

(۱)۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ میں ان روایات کی تفصیل کے متعلق بھی صحت کا یقین رکھتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ملک میں جو روایت کا طریق ہے اور جو روایات کے متعلق لوگوں کے حافظہ کی حالت ہے وہ مجھے ایسا خیال کرنے سے مانع ہے۔ (سیرت المہدی حصہ اول عرض حال صفحہ ب ۱۴ر نومبر ۱۹۲۳ء)

پھر تحریر فرماتے ہیں:۔

"میرا مقصود یہ رہا ہے کہ روایت کے سب پہلو واضح ہو جائیں تاکہ اوّل تو اگر کوئی کمزوری ہے تو وہ ظاہر ہو جائے۔" (ایضاً صفحہ ج)

پھر فرماتے ہیں:۔ "میں الفاظ روایت کی صحت کا دعویدار نہیں ہوں۔" (ایضاً صفحہ ۱)

علاوہ ازیں سیرت المہدی حصہ سوم کے شروع میں عرض حال صفحہ ۱ کے عنوان کے ماتحت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے حصہ اول کی کئی روایات کی غلطیاں بیان فرمائی ہیں نیز خود حصہ سوم کی بعض روایات کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔ "اگر یہ روایت درست ہے"۔ (مثلاً دیکھیں حصہ سوم صفحہ ۲۲، ۲۶، ۵۰، ۵۵، ۱۳۸) اسی طرح صفحہ ۶۳ پر بھی درج کردہ روایت کی صحت کے بارے میں شک کا اظہار فرمایا ہے، اسی طرح صفحہ ۱۳۹ پر روایت نمبر ۱۸۰ کے بھی ایک اہم حصہ کو "مغالطہ" کا نتیجہ قرار دیا ہے۔

ب۔ خود سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۲۱۵ روایت نمبر ۷۷۸ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام غیر محرم عورتوں سے لمس سے پرہیز فرماتے تھے۔

پس ضروری ہے کہ مباحثات میں استدلال کی بنیاد صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضورؑ کے خلفاء کی تحریرات پر رکھی جائے نہ کہ روایات پر۔

۲۔ جہاں تک شریعتِ اسلامی کی تعلیم کا سوال ہے قرآن مجید نے ایسے مردوں یا عورتوں کو جو "غَيْرُ أُولِي الْإِرْبَةِ" (یعنی شہوانی جذبات سے خالی) ہوں۔ مثلاً بوڑھے اور بوڑھیاں یا خدا کے صالح اور پاک بندے ایک دوسرے سے پردہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔ چنانچہ (۱) قرآن مجید میں سورۃ نور آیت ۳۲ رکوع ۴ میں جہاں پردے کے احکام ہیں وہاں وَالتَّابِعِيْنَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ کے الفاظ موجود ہیں جن کو پردے کے حکم سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

(۱)۔ اس کی تفسیر میں حضرت امام رازی تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:۔

أَوْ شُيُوْخٌ صُلَحَاءُ إِذَا كَانُوْا مَعَهُنَّ غَضُّوا أَبْصَارَهُمْ۔۔۔ وَقَالَ بَعْضُهُمْ الشَّيْخُ وَسَائِرُ مَنْ لَا شَهْوَةَ لَهُ۔" (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۳۸۱ مطبوعہ مصر)

یعنی ایسے صالح بوڑھے جو عورتوں کی معیت کے وقت غضِ بصر کرنے والے ہوں یا تمام بوڑھے اور ایسے تمام لوگ جو شہوت سے پاک ہوں۔

ب۔ تفسیر بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۹۶ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی میں اس (النور ۳۲:۱) کی تفسیر میں لکھا ہے "هم الشيوخ الهم" یعنی اس سے مراد معمر بوڑھے ہیں۔

ج۔ تفسیر حسینی میں ہے:۔ "بے شہوت والے مردوں میں سے یعنی وہ مرد جو کھانا مانگنے گھروں میں آتے ہیں اور عورتوں سے کچھ حاجت نہیں رکھتے یعنی اُن سے شہوت کا دغدغہ نہیں جیسے بہت بوڑھا۔"

(تفسیر حسینی قادری ترجمہ اردو جلد ۳ صفحہ ۱۱۴ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

۳۔ احادیث نبویہ کی روشنی میں:۔ ا۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلٰى اُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهٗ وَكَانَتْ تَحْتَ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَاَطْعَمَتْهُ وَجَعَلَتْ تَفْلِيْ رَاْسَهٗ فَنَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ يَضْحَكُ۔ (الادب المفرد)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُم حرام بنت ملحان کے گھر جایا کرتے تھے۔ تو وہ حضورؐ کو کھانا پیش کرتیں (وہ حضرت عبادہ بن صامت کی زوجہ تھیں) حضرت اُم حرامؓ نے حضورؐ کو کھانا کھلایا اور حضورؐ کے سر سے جوئیں نکالنے لگیں۔ آنحضرت صلعم سو گئے اور پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہو گئے۔

ب۔ اسی طرح الادب المفرد میں ہے کہ حضرت سعدؓ کے بازو کی رگ میں غزوۂ احزاب کے موقعہ پر زخم آ گیا۔ تو اُن کو مدینہ میں رفیدہ نامی ایک عورت کے پاس اس کے گھر میں رکھا گیا۔ وہ اُن کا علاج اور مرہم پٹی کرتی تھیں۔ خود آنحضرت صلعم بھی صبح و شام اس عورت کے ہاں سعدؓ کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے رہے۔

ج۔ اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ آنحضرت صلعم کے ساتھ ایک ہی برتن میں حلوہ کھا رہی تھیں کہ حضرت عمرؓ بھی تشریف لے آئے اور آنحضرت صلعم کے ارشاد کی تعمیل میں کھانے میں ان کے ساتھ ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "فَاَصَابَتْ يَدُهٗ اِصْبَعِيْ" کہ اس اثنا میں حضرت عمرؓ کا ہاتھ میری اُنگلی کے ساتھ چھو گیا۔ (الادب المفرد)

د۔ بخاری میں ہے:۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ بَيْتًا بِالْمَدِيْنَةِ غَيْرَ بَيْتِ اُمِّ سُلَيْمٍ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهٖ فَقِيْلَ لَهٗ قَالَ اِنِّيْ اَرْحَمُهَا قُتِلَ اَخُوْهَا مَعِيْ۔ (بخاری) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے گھروں کے علاوہ سارے مدینہ میں صرف اُم سلیمؓ کے گھر میں بالالتزام تشریف لے جاتے تھے۔ بعض لوگوں نے حضورؐ سے اس کا سبب دریافت کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اُم سلیمؓ کا بھائی میرے ہمراہ لڑتا ہوا شہید ہو گیا تھا۔ اس لیے میرے دل میں اُم سلیمؓ کے لیے خاص رحم ہے۔ (صفحہ ۴۱)

ہ۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کے بعد ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما

حضرت زید بن ثابتؓ کی بیوی اُمِّ اَیمنؓ کے ہاں اُن کی ملاقات کے لیے جایا کرتے تھے۔ غرضیکہ بیسیوں حوالے اس قسم کے موجود ہیں۔

د۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زائدہ نام باندی کی حدیث مشہور ہے کہ ایک روز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور آپ کو سلام کہا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے زائدہ! کیوں میرے پاس دیر سے آئی ہو۔ تو مُوَفّقہ ہے اور مَیں تجھ سے محبت رکھتا ہوں"

(کشف المحجوب مترجم اُردو صفحہ ۲۶۱ شائع کردہ شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین مطبوعہ ۱۳۱۳ھ باب معجزات و کرامات کا فرق)

ز۔ حضرت داتا صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں۔ فقیہوں کا اتفاق ہے کہ جب راگ و رنگ موجود نہ ہوں اور آوازوں کے سُننے سے بُری نیّت ظاہر نہ ہو تب اُس کا سُننا مُباح ہے اور اس پر بہت آثار و اخبار لاتے ہیں۔ جیسے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:۔

قَالَتْ کَانَتْ عِنْدِیْ جَارِیَۃٌ تَغَنِّیْ فَاسْتَأْذَنَ عُمَرُ فَلَمَّا اَحَسَّتْہُ وَسَمِعَتْ حِسَّہٗ فَرَّتْ فَلَمَّا دَخَلَ عُمَرُ تَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ مَا اَضْحَکَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! قَالَ کَانَتْ عِنْدَنَا جَارِیَۃٌ تَغَنِّیْ فَلَمَّا سَمِعَتْ حِسَّکَ فَرَّتْ فَقَالَ عُمَرُ فَلَا اَبْرَحُ حَتّٰی اَسْمَعَ مَا سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْمَعُ"

ترجمہ:۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے۔ میرے پاس ایک لونڈی گا رہی تھی۔ اتنے میں حضرت عمرؓ نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ جب اُس لونڈی نے معلوم کیا اور اُن کے آنے کی آواز سُنی تو بھاگ گئی۔ پھر جب حضرت عمرؓ اندر داخل ہوتے حضرت رسول اللہ صلعم مُسکراتے۔ تب حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ کس بات پر ہنستے ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا کہ ہمارے پاس لونڈی گا رہی تھی جب اُس نے آپ کی آواز سُنی تو بھاگی۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ مَیں نہیں چھوڑونگا جب تک کہ حضرتؐ کا سُنا ہوا نہ سنوں۔ پھر رسول اللہ صلعم نے اُس کو بلایا۔ تب وہ آکر گانے میں مصروف ہوئی اور رسول اللہ صلعم سُنتے تھے اور اکثر صحابہؓ نے ایسی روایت بیان کی ہے" (کشف المحجوب مترجم اُردو صفحہ ۴۶۲، لحن اور آواز سننے کا باب صفحہ ۴۶۹، صفحہ ۴۷۰)

۴۔ اولیاء اُمت کی مثالیں

ا۔ حضرت داتا گنج بخشؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

"جوانمردوں کا سپاہی اور خُراسان کا آفتاب ابوحامد احمد بن خضرویہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ حال بلند اور اشرافِ وقت سے خاص تھا اور اپنے زمانہ میں قوم کا پیشوا اور خاص۔۔۔۔۔۔ اور فاطمہ جو اُس کی زوجہ تھی طریقت میں اُس کی بڑی شان تھی۔۔۔۔۔۔ جب احمدؒ کو بایزیدؒ کی زیارت کا قصد ہوا۔ فاطمہؒ نے بھی انکے ساتھ اتفاق کیا۔ جب بایزیدؒ کے پاس آئے تو مُنہ سے پردہ اُٹھایا اور گستاخانہ کلام شروع کی۔ احمدؒ کو اس سے تعجب ہوا

اور اُس کے دل میں غیرت نے جوش مارا۔ اور کہا۔ اے فاطمہ! یہ کیا گستاخی ہے؟ جو آج تُو نے بایزیدؒ سے کی ہے۔ مجھے بتانی چاہیئے۔ فاطمہؓ نے کہا کہ اس سبب سے کہ تُو میری طبیعت کا محرم ہے۔ میں تجھ سے خواہش نفسانی کو پہنچتی ہوں اور اُس سے خُدا سے ملتی ہوں۔ اور کہا کہ اس پر یہ دلیل ہے کہ وہ میری صحبت کی پرواہ نہیں رکھتا اور تُو میرا محتاج صحبت ہے۔ وہ ہمیشہ ابویزیدؒ کے ساتھ شوخی کرتی۔ تا آنکہ ایک روز بایزیدؒ نے فاطمہ کا ہاتھ دیکھا کہ حِنا سے رنگین ہے۔ پوچھا کہ اے فاطمہ! تُو نے ہاتھ پر حِنا کیوں لگائی ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ اے بایزید! جب تک تُو نے میرے ہاتھ اور حِنا کو نہیں دیکھا تھا مجھے تجھ سے خوشی تھی۔ اب کہ تیری نظر مجھ پر پڑی پھر صحبت ہماری حرام ہو گئی ------ ابویزیدؒ نے کہا۔ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنَ الرِّجَالِ مَخْبُوْءٌ تَحْتَ لِبَاسِ النِّسَآءِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی فَاطِمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا۔ یعنی جو کسی مرد کو عورتوں کے لباس میں چُھپا ہوا دیکھنا چاہے تو اُس کو کہا کہ فاطمہ کی طرف دیکھے۔ اور ابوحفص حداد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ لَوْ لَا اَحْمَدُ خِضْرَوِیَۃُ مَا ظَھَرَتِ الْفُتُوَّۃُ۔ یعنی اگر احمد بن خضرویہ نہ ہوتا تو جوانمردی اور مروت پیدا نہ ہوتی۔"

(کشف المحجوب ترجمہ اُردو صفحہ ۲۲۸ برکت علی اینڈ سنز)

ب۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"آپ (حضرت احمد خضرویہؒ) کی بیوی اُمرائے بلخ میں سے تھی۔ اور وہ بھی طریقت میں بے نظیر تھیں۔ آپ کے نکاح میں آتے ہی انہوں نے ترکِ دُنیا کو اپنا شغل کیا اور ریاضت مجاہدہ میں معروف ہو گئیں اور کمال حاصل کیا۔ حضرت بایزید بسطامیؒ سے بے تکلفانہ گفتگو رہا کرتی تھی۔ آپ کے دل میں بہت غیرت آئی۔ کہ بیوی نے بایزیدؒ کے سامنے پردہ کیوں نہ کیا، لیکن بیوی نے کہا کہ تم میری طبیعت کے محرم ہو اور تم سے میں اپنی خواہش تک پہنچونگی، لیکن بایزید طریقت کے محرم ہیں۔ اِن سے خدا تک پہنچوں گی۔"

{ تذکرۃ الاولیاء۔ ذکر احمد خضرویہؒ باب ۳۳ ترجمہ اُردو شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز بار سوم صفحہ ۱۰۳ و ظہیر الاصفیاء۔ صفحہ ۲۴۳ مطبوعہ ۱۹۱۶ء اردو ترجمہ تذکرۃ الاولیاء }

ج۔ حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایک دن شیخ (حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ) کے گھر میں گئے۔ آپ کی اہلیہ شانہ کر رہی تھیں۔ شبلیؒ نے شانہ چھیننا چاہا۔ آپ کی اہلیہ نے پردہ کرنا چاہا مگر شیخ (جنیدؒ) نے فرمایا کہ: سر ڈھکو نہ پردہ کرو کیونکہ یہ اپنے آپ میں نہیں ہیں۔ اِن لوگوں کو کچھ خبر نہیں۔"

(ایضاً صفحہ ۲۹۸ ذکر ابوبکر شبلی باب ۷۲ وایضاً صفحہ ۳۲۲)

د۔ "ایک دفعہ (شبلیؒ) علی الصبح باہر گئے۔ تو ایک نوخیز حسین عورت کو ننگے سر دیکھا۔ آپ نے کہا کہ "اے گُل! سر بپوش" (یعنی اے پھول! اپنے سر کو ڈھک لے) عورت نے جواب دیا کہ یا شیخ! "گُل سر نے پوشد" (پھول اپنا سر نہیں ڈھانکتا ہے) عورت کا یہ جواب سُنکر نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے۔"

(تذکرۃ الاولیاء باب ۷۲ صفحہ ۲۹۹ اردو ترجمہ ایڈیشن مذکور شائع کردہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور)

ہ۔ حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔
"حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم رابعہ (بصری رحمۃ اللہ علیہا۔ خادم) کی خدمت میں گئے۔ آپ نماز پڑھنے کے لیے کھڑی ہوئیں اور صبح تک نماز میں مصروف رہیں۔ میں دوسرے گوشے میں ذکر الٰہی میں مصروف رہا۔ صبح آپ (رابعہ رحمۃ اللہ علیہا) نے فرمایا کہ اس بات کا کس طرح شکریہ ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے رات بھر ہم کو نماز کی توفیق بخشی۔" (تذکرۃ الاولیاء۔ باب ۹ صـ۶۳)

و۔ "خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن رابعہ (بصری رحمۃ اللہ علیہا) کے ہاں تھا۔ حقیقت اور طریقت کی باتیں ہو رہی تھیں، لیکن ہم دونوں میں سے کسی کے دل میں بھی مرد یا عورت ہونے کا خیال تک بھی نہ آیا۔ لیکن جب میں وہاں سے واپس ہوا تو اپنے آپ کو مفلس اور اُن کو مخلص پایا۔" (ایضاً باب ۹ صفحہ ۵۶، ۵۷)

ز۔ خواجہ حسن (بصری رحمۃ اللہ علیہ۔ خادم) نے ایک دفعہ آپ (حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا خادم) سے دریافت کیا کہ کیا تم کو شوہر کی رغبت نہیں؟ فرمایا کہ عقدِ نکاح جسم پر ہوتا ہے۔ اور یہاں میرا وجود ہی نہیں۔ میں مالک کی مملوک ہوں مالک سے پوچھو۔" (ایضاً صـ۵۹)

ح۔ "ایک رات خواجہ حسن (بصری رحمۃ اللہ علیہ) اپنے چند رفیقوں کے ہمراہ حضرت رابعہ (بصری رحمۃ اللہ علیہا) کے ہاں تشریف لے گئے، لیکن وہاں چراغ نہ تھا۔ اور خواجہ حسن (بصری رحمۃ اللہ علیہ) کو چراغ کی ضرورت تھی۔ چنانچہ رابعہ (رحمۃ اللہ علیہا) نے اپنی انگلی پر پھونک ماری جس سے اُنگلی فوراً روشن ہوگئی اور صبح تک چراغ کا کام دیتی رہی۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ کس طرح ممکن ہے؟ تو میں کہوں گا کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرتا ہے اُس کو اس کرامت سے ضرور حصّہ ملیگا۔" (ایضاً)

ط۔ ایک دفعہ چند آدمی آپ (حضرت رابعہ بصریؒ) کے پاس آئے۔ دیکھا کہ گوشت کو دانتوں سے کاٹ رہی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس چھری نہیں ہے؟ فرمایا کہ جدائی کے خوف سے میں نے کبھی چھری نہیں رکھی۔" (ایضاً صـ۶۰)

ی۔ "حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد آپ (حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا) کی خدمت میں گیا۔ آپ اس وقت کچھ پکانا چاہتی تھیں اور گوشت ہانڈی میں ڈال دیا تھا۔ آپ کی توجہ گفتگو میں پڑ گئی اور ہانڈی کا خیال نہ رہا۔" (ایضاً صـ۶۳)

(۵)۔ باکرہ والی روایت مندرجہ "سیرت المہدی" کے بارے میں مندرجہ بالا جوابات کے علاوہ مندرجہ ذیل باتیں بھی قابل توجہ ہیں:۔

ا۔ وہ ایک بوڑھی بیوہ تھی۔ اور اس کے اَرذل العمر تک پہنچ چکنے کا ثبوت خود روایت کا نفسِ مضمون ہے۔
ب۔ جسم کے مَس کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ روایت کے اندر ہی سردی کے موسم اور رضائی کا ذکر موجود ہے کہ وہ رضائی کے اوپر سے دبا رہی تھی۔

ج حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا اور دیگر گھر کے لوگ موجود تھے اور بانو مذکورہ کی سادگی پر ہنس رہے تھے۔

مگر حدیث ۲؎ مندرجہ بالا دوبارہ مطالعہ فرمائیے۔ سر کو سہلانے یا اس سے جوئیں نکالنے کیلئے سر کو چھونا بہرحال ضروری ہے۔ (پاکٹ بک حصہ ا ص۶۸۳)

۲۴۔ عدمِ احترامِ رمضان کا الزام

غیر احمدی:۔ حضرت مرزا صاحب نے امرتسر میں رمضان کے ایام میں تقریر کرتے ہوئے چائے پی لی اور رمضان کا احترام نہ کیا۔

جواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام امرتسر میں مسافر تھے۔ اس لئے بموجب شریعت آپ پر روزہ رکھنا فرض نہ تھا۔ ملاحظہ ہو:۔

قرآن مجید: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ" (البقرۃ: ۱۸۵) کہ بیمار اور مسافر بجائے رمضان میں روزہ رکھنے کے بعد میں روزہ رکھ کر گنتی پوری کرے۔

حدیث: حدیث شریف میں ہے:۔

ا۔ "إِنَّ اللهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ الصَّوْمَ وَشَطْرَ الصَّلٰوةِ"

(مسند امام احمد بن حنبلؒ جلد ۴ ص۳۴۷ مصری - ابوداؤد کتاب الصیام باب من اختار الفطر مطبع نول کشور ص۲۶۹)

یعنی اللہ تعالیٰ مسافر پر سے روزے اور نصف نماز کا حکم اٹھا دیا ہے۔

ب۔ "صَائِمُ رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ كَالْمُفْطِرِ فِي الْحَضَرِ"

(ابن ماجہ مصری جلد ا ص۵۳۲ و مدیث ۱۶۶۶ جامع الصغیر سیوطی باب القاد جلد ۲ ص۴۳ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:۔ رمضان کے مہینے میں روزہ رکھنے والا مسافر ویسا ہی ہے۔ جیسا حضر میں روزہ نہ رکھنے والا۔

نوٹ:۔ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

ج۔ "عَلَيْكُمْ بِرُخْصَةِ اللهِ الَّتِي رَخَّصَ لَكُمْ"

(مسلم کتاب الصیام باب جواز الصوم والفطر فی شہر رمضان مطبع افضل المطابع ص۳۵۶)

یعنی تم پر خدا کی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔

د۔ "لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ"

(مسلم ایضاً و بخاری کتاب الصیام باب قول النبی صلعم لمن ظلل علیہ الخ جلد ا ص۲۲۶ مطبع عثمانیہ مصر و تجرید بخاری مترجم اردو شائع کردہ مولوی فیروز الدین اینڈ سنز ۱۳۴۱ھ جلد ا ص۲۶۳ و ص۶۰۰)

یعنی سفر کی حالت میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

ہ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ

الْمَدِيْنَةِ إِلٰى مَكَّةَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهُ إِلٰى يَدَيْهِ لِيَرَاهُ النَّاسُ فَأَفْطَرَ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ وَذَالِكَ فِيْ رَمَضَانَ"

(بخاری کتاب الصیام باب مَنْ أَفْطَرَ فِي السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ ومسلم کتاب الصیام ص۳۵۶)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے روزہ رکھ کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مقام عسفان پر پہنچکر حضور صلعم نے پانی منگوایا۔ اور پھر پانی کو اپنے دونوں ہاتھوں سے اِس غرض سے اونچا اٹھایا کہ سب لوگ آپؐ کو پانی پیتے ہوئے دیکھ لیں۔ پھر آپؐ نے روزہ توڑ دیا اور یہ واقعہ رمضان کے مہینہ میں ہوا۔

نوٹ:۔ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے سفر کا ہے۔ اس حدیث پر علماء نے بہت طول و طویل بحثیں کی ہیں۔ بعض علماء کا خیال یہ ہے۔ "إِنَّهُ خَرَجَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَلَمَّا بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيْمِ فِيْ يَوْمِهٖ أَفْطَرَ فِيْ نَهَارِهٖ وَاسْتَدَلَّ بِهٖ هٰذَا الْقَائِلُ عَلٰى أَنَّهُ إِذَا سَافَرَ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ صَائِمًا لَهُ أَنْ يُفْطِرَ فِيْ يَوْمِهٖ"

(مسلم مطبوعہ افضل المطابع دہلی ۱۳۱۹ھ کتاب الصوم ص۳۵۵ حاشیہ نووی)

"یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس روز مدینہ سے روانہ ہوئے اُسی روز اس مقام پر پہنچ کر دن کے وقت ہی روزہ توڑ ڈالا۔ اور اس سے ان لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص طلوع فجر کے بعد روزہ رکھ کر سفر پر نکلے اُس پر واجب ہے کہ وہ دن ہی میں روزہ توڑ دے۔"

لیکن جن علماء نے اس استدلال سے اختلاف کیا ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ "لَا يَجُوْزُ الْفِطْرُ فِيْ ذَالِكَ الْيَوْمِ وَإِنَّمَا يَجُوْزُ لِمَنْ طَلَعَ عَلَيْهِ الْفَجْرُ فِي السَّفَرِ" (ایضاً)

یعنی روزہ کی حالت میں سفر پر نکلنے والے کے لئے اُس دن روزہ رکھنا جائز نہیں بلکہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر سفر کی حالت میں صبح طلوع کرے تو مسافر کے لئے جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے۔

مطلب یہ ہے کہ اس خیال کے علماء کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رمضان کے مہینے میں دن کے وقت تمام لوگوں کو دکھا کر پانی پیا تھا۔ وہ سفر کا پہلا دن نہیں بلکہ دوسرا دن تھا۔ اور آپ نے دوسرے دن روزہ نہیں رکھا تھا۔

یہاں ہمیں علماء کے اس اختلاف میں پڑنے کی ضرورت نہیں جو بات بہرحال ثابت ہے اور جس سے کسی عقیدہ یا خیال کے عالم کو بھی اختلاف نہیں ہو سکتا وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے مہینہ میں سفر کی حالت میں نہ صرف یہ کہ روزہ نہیں رکھا بلکہ تمام لوگوں کو دکھا کر دن کے وقت پانی پیا۔ اس حدیث کے الفاظ "فَرَفَعَهُ إِلٰى يَدَيْهِ لِيَرَاهُ النَّاسُ" اِس ضمن میں بالکل واضح ہیں۔ یہاں تک کہ امام بخاریؒ نے تو باب کا عنوان ہی "مَنْ أَفْطَرَ فِي السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ" رکھا ہے۔ یعنی وہ شخص جو رمضان میں لوگوں کو دکھا کر کھانا کھائے۔

ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ

اگر کوئی مسافر رمضان میں عام لوگوں کے سامنے کھاتے پیتے تو اس میں کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں لہٰذا اس پر "عدمِ احترامِ رمضان" کا خود ساختہ نعرہ لگانا ہرگز جائز نہیں۔

درحقیقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی امرتسر میں اپنے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی سُنّت پر عمل فرمایا۔ اور لوگوں کے سامنے سفر کی حالت میں چائے پی لی۔

یہ اعتراض کرنے والے احراری اگر سفرِ حدیبیہ کے وقت مقام عُسفان پر موجود ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کرنے سے باز نہ آتے۔

د۔ "مَنْ لَمْ يَقْبَلْ رُخْصَةَ اللّٰهِ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ جِبَالِ عَرَفَةَ"

(مسند احمد بن حنبل۔ بحوالہ جامع الصغیر للسیوطیؒ باب المیم جلد ۲ صفحہ ۱۸۱ مطبوعہ مصر)

"یعنی جو کوئی اللہ کی دی ہوئی رخصتوں سے فائدہ نہیں اُٹھاتا۔ اُس پر عرفہ پہاڑ کے برابر گناہ ہے۔"

ز۔ اوپر بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ پیش کیا جا چکا ہے۔ اب اُمّتِ محمدیہ کے مایۂ ناز ولی اللہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

یاد رہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اس شان کے بزرگ ہیں کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کی نسبت فرمایا ہے:۔

"اَبُوْ يَزِيْدَ مِنَّا بِمَنْزِلَةِ جِبْرِيْلَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ" یعنی ابو یزیدؒ ہمارے (اولیاء اُمّت کے) درمیان ایسا ہے جیسا کہ جبرائیل فرشتوں میں۔

(کشف المحجوب مصنفہ حضرت داتا گنج بخشؒ مترجم اُردو صفحہ ۱۴۲)

علاوہ ازیں خود حضرت داتا گنج بخشؒ صاحب نے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر کئی ماہ تک مجاورت بھی کی۔ چنانچہ خود تحریر فرماتے ہیں:۔

"مَیں کہ علی عثمان جلالی رحمۃ اللہ علیہ کا بیٹا ہوں ایک وقت مجھے مشکل پیش آئی اور مَیں نے بہت کوشش کی اِس اُمید پر کہ مشکل حل ہو جائے گی مگر حل نہ ہوئی۔ اس سے پہلے مجھے اِس قسم کی مشکل پیش آئی تھی اور مَیں شیخ ابو یزیدؒ کی قبر پر مجاور ہوا تھا۔ تا آنکہ مشکل حل ہوئی۔ اِس مرتبہ بھی مَیں نے وہاں کا ارادہ کیا اور تین مہینے اُس کی قبر پر مجاور رہا تھا اور ہر روز تین مرتبہ غسل اور تیس مرتبہ وضو کرتا تھا۔"

(کشف المحجوب چوتھا باب "ملامت میں" مترجم اُردو صفحہ ۷۲، ۳۱)

اب حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بھی حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سُنیئے:۔

"ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ ۔۔۔۔۔ حجاز سے آرہے تھے اور شہر رَے میں یہ چرچا ہوا کہ بایزیدؒ آتے ہیں شہر کے لوگ استقبال کو گئے۔ تاکہ ادب اور تعظیم سے اُن کو لائیں۔ ابو یزیدؒ اُن کی خاطر داری میں مشغول ہوتے۔ اور راہِ حق سے رہ کر پریشان ہوتے اور جب بازار میں آتے تو آستین سے ایک روٹی نکال کر

کھانے لگے اور یہ ماجرا رمضانِ مبارک میں ہوا۔ سب لوگ اس سے برگشتہ اور بے اعتقاد ہوئے اور انکو اکیلا چھوڑ دیا۔ پھر ابویزیدؒ نے اُس مُرید سے جواُن کے ساتھ تھا کہا کہ "تُو نے دیکھا ہے کہ مَیں نے شریعتِ مبارک کے ایک مسئلہ پر عمل کیا۔ سب خلقت نے مجھے ردّ کیا"۔

{ کشف المحجوب صفحہ ۲۹۱ "ملامت کا بیان" چوتھا باب مترجم اُردو۔ یہی واقعہ تذکرۃ الاولیاء اُردو صفحہ ۱۰۰ باب چودھواں اور ظہیر الاصفیاء۔ ترجمہ اُردو تذکرۃ الاولیاء۔ شائع کردہ حاجی چراغدین سراجدین جلال پرنٹنگ پریس بارسوم صفحہ ۱۳۵ سنہ ۱۹۱۶ء پر بھی درج ہے۔ }

۳۔ ظہیر الاصفیاء۔ اُردو ترجمہ تذکرۃ الاولیاء۔ میں حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک واقعہ درج ہے کہ آپ نے رمضان کے مہینہ میں عین بازار میں پانی پیا۔ (باب ۲۹ صفحہ ۱۶۵)

۲۵۔ بہشتی مقبرہ

۱۔ قرآن مجید میں ہے:۔

"اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ"۔ (سورۃ توبہ :۱۱۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ساتھ یہ سودا کیا ہے کہ اُن کی جانیں اور اُن کے مال لے لئے ہیں۔ اور اُن کے بدلے انکو "جنت" دی ہے۔

۲۔ اسی طرح سورۃ صف آیت ۱۱، ۱۲ رکوع ۲ میں "احمد رسول" کے متبعین کو بالخصوص مخاطب کرکے فرمایا:۔

"یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ہَلۡ اَدُلُّکُمۡ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنۡجِیۡکُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ ۔ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ تُجَاہِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِاَمۡوَالِکُمۡ وَ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۔ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ وَ یُدۡخِلۡکُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ"۔ (سورۃ الصف : ۱۱ تا ۱۳)

اِس آیت میں اُن مومنوں کے لئے جو ایمان اور عملی صورت میں مالی وجانی قربانیاں کرنے والے ہوں جنت کا وعدہ دیا گیا ہے۔

۳۔ کُتِبَ عَلَیۡکُمۡ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الۡمَوۡتُ اِنۡ تَرَکَ خَیۡرَۨا ۚۖ الۡوَصِیَّۃُ لِلۡوَالِدَیۡنِ وَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۚ حَقًّا عَلَی الۡمُتَّقِیۡنَ (البقرہ : ۱۸۱)

یعنی تم میں سے جب کسی کو موت آوے۔ اس حالت میں کہ وہ مال بطور ترکہ چھوڑنے والا ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ معروف کے مطابق والدین اور اقربین کو وصیت کرجائے۔

۴۔ شریعتِ اسلامیہ میں بموجب ارشاد نبوی صلعم مندرجہ بخاری شریف کتاب الوصایا اپنی متروکہ جائیداد کے ⅓ حصہ کے بارے میں ہر شخص کو وصیت کرنے کا حق ہے۔

۵۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"کوئی یہ خیال نہ کرے کہ صرف اس قبرستان میں داخل ہونے سے کوئی بہشتی کیونکر ہو سکتا ہے؟ کیونکہ یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ زمین کسی کو بہشتی کر دیگی۔ بلکہ خدا تعالٰے کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ صرف بہشتی ہی اِس میں دفن کیا جاتے گا۔"

(الوصیت حاشیہ صفحہ ۱۹ طبع اوّل۔ رُوحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۲۱ حاشیہ)

۲۔ لیکن بایں ہمہ مندرجہ ذیل حوالجات ملاحظہ ہوں:۔

ا۔ "مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِيْ مِثْلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرَقَ۔"

(مستدرک امام حاکمؒ بحوالہ جامع الصغیر للسیوطیؒ جلد ۲ صفحہ ۱۵۵ باب المیم وتجرید الاحادیث از علامہ مناوی صفحہ ۳۰)

کہ میرے اہلِ بیت کی مثال نوح کی کشتی کی سی ہے جو کوئی اِس کشتی پر سوار ہوگا نجات پائیگا اور جو اُن سے پیچھے ہٹے گا۔ وہ غرق ہو جاتے گا۔

ب:۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الاولیاء میں حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں:۔

"لوگوں نے پوچھا۔ آپ کی مسجد اور دوسری مسجدوں میں کیا فرق ہے؟ فرمایا۔ بروئے شریعت سب یکساں ہیں۔ مگر بروئے معرفت اِس مسجد میں بہت طول ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ دوسری مسجدوں میں سے ایک نُور نکل کر آسمان کی طرف جاتا ہے۔ مگر اس مسجد پر ایک نُور کا قُبّہ بنا ہوا ہے اور آسمان سے نُورِ الٰہی اس طرف آتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ ایک روز ندا سُنی۔ کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص تمہاری مسجد میں آتے گا۔ اُس پر دوزخ حرام کردی جاتے گی۔"

(تذکرۃ الاولیاء باب ۷۷ اردو ترجمہ شائع کردہ برکت علی اینڈ سنز لاہور بار سوم صفحہ ۲۹۳)

نوٹ:۔ یاد رہے کہ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ وہ بزرگ ہیں جن کے بارے میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"شرفِ اہلِ زمانہ اور اپنے زمانہ میں یگانہ ابوالحسن علی بن احمد الخرقانی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے مشائخ میں سے ہوتے ہیں۔ اور اُن کے زمانے میں سب اولیاء اُن کی تعریف کرتے تھے۔۔۔۔۔۔ اور اُستاد ابوالقاسم عبدالکریم قشیری رحمۃ اللہ علیہ سے مَیں نے سُنا ہے کہ جب ولایت خرقان میں آیا تو اُس پیر (یعنی ابوالحسن خرقانیؒ۔ خادم) کے دبدبہ کے باعث میری فصاحت تمام ہوئی اور عبارت نہ رہی اور مَیں نے خیال کیا کہ مَیں ولایت سے جُدا ہو گیا ہوں۔"

(کشف المحجوب مترجم اردو شائع کردہ شیخ الٰہی بخش ومحمد جلال الدین ۱۳۲۲ھ صفحہ ۱۸۳ باب چھٹا)

ج۔ حضرت ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"فرماتے ہیں کہ جو جنازہ میری قبر کے پاس سے گذرے گا۔اس کی مغفرت ہوگی۔"
(تذکرۃ الاولیاء۔ ایڈیشن مذکورہ بالا صفحہ ۳۰ باب ۴۹)

د۔ تذکرۃ الاولیاء۔ میں حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ محمود غزنوی کی ایک گفتگو کا حال ان الفاظ میں مذکور ہے:۔

"محمود نے کہا کہ بایزید (رحمۃ اللہ علیہ) کی نسبت کچھ فرمائیں۔ آپ (حضرت ابوالحسن خرقانیؒ) نے کہا کہ بایزیدؒ نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ کو دیکھا وہ شقاوت سے بے خوف ہوگیا۔ محمود نے کہا کہ کیا بایزیدؒ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ کر ہیں؟ ابوجہل اور ابولہب نے انکو دیکھا مگر اُن کی شقاوت نہ گئی؟ فرمایا۔ کہ ادب کرو۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سوائے اُن کے چاروں صحابہ کرامؓ کے اور کسی نے نہ دیکھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۔ (سورۃ اعراف آیت ۱۹۹، رکوع ۲۴)۔ محمود کو یہ بات پسند آئی۔"

{ تذکرۃ الاولیاء مترجم اُردو باب ۷، صفحہ ۲۶۹ و ظہیر الاصفیاء ترجمہ اُردو
تذکرۃ الاولیاء۔ باب ۷ صفحہ ۳۷۷ مطبوعہ شیخ چراغدین سراجدین کشمیری بازار لاہور }

۲۹۔ دن میں سو سو دفعہ پیشاب

مرزا صاحب نے اربعین نمبر ۴ صفحہ ۴ طبع اول میں لکھا ہے کہ مجھے دن میں بعض دفعہ سو سو دفعہ پیشاب آجاتا ہے۔ مرزا صاحب نماز کس وقت پڑھتے ہوں گے؟

جواب:۔ یہ تو "بعض" مواقع کا ذکر ہے۔ ورنہ عام طور پر حضرت اقدسؑ کو ۱۵، ۲۰ مرتبہ پیشاب آتا تھا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۶۳ و نسیم دعوت صفحہ ۶۹ طبع اول)

نماز کے متعلق تمہیں اتنی فکر کی ضرورت نہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے ساتھ ہی ذکر فرمایا ہے:۔

"وہ بیماری ذیابیطس ہے۔ کہ ایک مدت سے دامن گیر ہے اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو اور دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں۔ وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔ بسا اوقات میرا یہ حال ہوتا ہے کہ نماز کے لیے جب زینہ چڑھ کر اوپر جاتا ہوں تو مجھے اپنی ظاہر حالت پر امید نہیں ہوتی کہ زینہ کی ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر پاؤں رکھنے تک میں زندہ رہوں گا۔" (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۴، ۵ طبع اول)

باقی رہا کثرت پیشاب اور اس پر مضحکہ اُڑانا تو اس کے جواب میں ذرا مندرجہ ذیل حوالہ جات پڑھ لو:۔

۱۔ حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ایوب علیہ السلام کے ابتلاء کی تفصیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"فَانْقَضَّ عَدُوُّ اللّٰهِ سَرِيْعًا فَوَجَدَ اَيُّوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَاجِدًا لِلّٰهِ تَعَالٰى فَاَتَاهُ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ فَنَفَخَ فِيْ مَنْخَرِهٖ نَفْخَةً اِشْتَعَلَ مِنْهَا جَسَدُهٗ وَخَرَجَ بِهٖ مِنْ فَرْقِهٖ اِلٰى قَدَمِهٖ ثَاٰلِيْلُ وَقَدْ وَقَعَتْ فِيْهِ حِكَّةٌ لَا يَمْلِكُهَا وَكَانَ يَحُكُّ بِاَظْفَارِهٖ حَتّٰى سَقَطَتْ اَظْفَارُهٗ ثُمَّ حَكَّهَا بِالْمُسُوْحِ الْخَشِنَةِ ثُمَّ حَكَّهَا بِالْفَخَّارِ وَالْحِجَارَةِ وَلَمْ يَزَلْ يَحُكُّهَا حَتّٰى تَقَطَّعَ لَحْمُهٗ وَتَغَيَّرَ وَ نَتَنَ فَاَخْرَجَهٗ اَهْلُ الْقَرْيَةِ وَجَعَلُوْهُ عَلٰى كُنَاسَةٍ وَجَعَلُوْا لَهٗ عَرِيْشًا وَ رَفَضَهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ غَيْرُ امْرَءَتِهٖ...... اِنَّ اَيُّوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَقْبَلَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مُسْتَغِيْثًا مُتَضَرِّعًا اِلَيْهِ ـ فَقَالَ يَا رَبِّ لِاَيِّ شَيْءٍ خَلَقْتَنِيْ...... يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ عَرَفْتُ الذَّنْبَ الَّذِيْ اَذْنَبْتُهٗ وَالْعَمَلَ الَّذِيْ عَمِلْتُ حَتّٰى صَرَفْتَ وَجْهَكَ الْكَرِيْمَ عَنِّيْ...... اِلٰهِيْ اَنَا عَبْدٌ ذَلِيْلٌ اِنْ اَحْسَنْتُ فَالْمَنُّ لَكَ وَاِنْ اَسَاْتُ فَبِيَدِكَ عُقُوْبَتِيْ........ اِلٰهِيْ تَقَطَّعَتْ اَصَابِعِيْ وَتَسَاقَطَتْ لَهَوَاتِيْ وَتَنَاثَرَ شَعْرِيْ وَذَهَبَ الْمَالُ وَصِرْتُ اَسْاَلُ اللُّقْمَةَ فَيُطْعِمُنِيْ مَنْ يَمُنُّ بِهَا عَلَيَّ وَيُعَيِّرُنِيْ بِفَقْرِيْ وَهَلَاكِ اَوْلَادِيْ ...... وَرَوَى ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَيُّوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَقِيَ فِي الْبَلَاءِ ثَمَانِيَ عَشَرَةَ سَنَةً فَرَفَضَهُ الْقَرِيْبُ وَالْبَعِيْدُ اِلَّا رَجُلَيْنِ مِنْ اِخْوَانِهٖ"

{ تفسیر کبیر جلد ۶ صـ۱۸۰ ، صـ۱۸۱ طبع اول مطبوعہ مصر زیر آیت وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔ سورۃ انبیاء ۴ء رکوع }

ترجمہ:- یعنی دشمن خدا (ابلیس) لپک کر حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ دیکھا تو حضرت ایوب علیہ السلام سجدے میں گرے ہوئے تھے۔ پس شیطان نے زمین کی طرف سے اُس کی ناک میں پھونک ماری۔ جس سے آپ کے جسم پر سر سے پاؤں تک زخم ہوگئے اور اُن میں ناقابل برداشت کھجلی شروع ہوگئی۔ حضرت ایوب علیہ السلام اپنے ناخنوں سے کھجلاتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کے ناخن جھڑ گئے پھر اُسے کھُردرے کمبل سے جسم کو کھجلاتے رہے۔ پھر مٹی کے ٹھیکروں اور پتھروں وغیرہ سے کھجلاتے رہے۔ یہاں تک کہ اُن کے جسم کا گوشت علیحدہ ہوگیا اور اُس میں بدبو پڑگئی۔ پس گاؤں والوں نے آپکو باہر نکال کر ایک رُوڑی پر ڈال دیا۔ اور ایک چھوٹا سا عریش اُن کو بنا دیا۔ آپ کی بیوی کے سوا باقی سب لوگوں نے آپ سے علیحدگی اختیار کرلی...... حضرت ایوب علیہ السلام نے درگاہِ خداوندی میں نہایت تضرع سے یہ دُعا کی کہ اے میرے رب! مجھے تُو نے کس لئے پیدا کیا تھا؟ اے کاش! میں حیض کا چیتھڑا ہوتا کہ میری ماں اُسے باہر پھینک دیتی۔ اے کاش! مجھے اس گناہ کا علم ہوسکتا جو مجھ سے سرزد ہوا۔ اور اس عمل کا پتہ لگ سکتا جس کی پاداش میں تُو نے اپنی توجہ مجھ سے ہٹالی...... الٰہی

مَیں ایک ذلیل انسان ہوں۔ اگر تُو مجھ پر مہربانی فرمائے تو یہ تیرا احسان ہے اور اگر تکلیف دینا چاہے تو تُو میری سزا دہی پر قادر ہے۔۔۔۔۔۔ الٰہی میری انگلیاں جھڑ گئی ہیں۔ اور میرے حلق کا کوا بھی گر چکا ہے۔ میرے سب بال جھڑ گئے ہیں۔ میرا مال بھی ضائع ہو چکا ہے اور میرا یہ حال ہو گیا ہے کہ مَیں لقمے کے لیے سوال کرتا ہوں تو کوئی مہربان مجھے کھلا دیتا ہے اور میری غربت اور میری اولاد کی ہلاکت پر مجھے طعنہ دیتا ہے۔۔۔۔۔۔ ابن شہاب حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ایّوب علیہ السلام اس مصیبت میں اٹھارہ ۱۸ سال تک مبتلا رہے۔ یہاں تک کہ سوائے دو بھائیوں کے باقی سب دُور و نزدیک کے لوگوں نے آپ سے علیحدگی اختیار کر لی۔"

۴۔ تفسیر حسینی المعروف قادری میں ہے:۔

"حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے انواع و اقسام کی مصیبتیں اُن (حضرت ایّوب علیہ السلام) پر مقدر فرمائیں۔ تو بلائیں اُن پر ٹوٹ پڑیں غرضیکہ اُن کے اونٹ بجلی گرنے سے ہلاک ہوتے اور بکریاں بہتیا آنے سے ڈوبیں۔ اور کھیتی کو آندھی نے پراگندہ کر دیا۔ اور ساٹھ بیٹے۔ تین بیٹیاں دیوار کے نیچے دب کر مر گئے۔ اور ان کے جسم مبارک پر زخم پڑ گئے۔ اور متعفن ہوئے اور اُن میں کیڑے پڑ گئے۔ جو لوگ اُن پر ایمان لائے تھے۔ سب مُرتد ہو گئے۔ جس گاؤں اور جس مقام میں حضرت ایّوب علیہ السلام جاتے وہاں سے وہ مُرتد لوگ انہیں نکال دیتے۔

اُن کی بی بی رحیمہ نام۔۔۔۔۔۔ حضرت ایّوب علیہ السلام کی خدمت میں رہیں۔ ساٹھ برس۔ ساٹھ مہینے ساٹھ دن۔ ساٹھ ساعت حضرت ایّوب علیہ السلام اِس بلا میں مبتلا رہے اور بعضوں نے تیرہ ۱۳ یا اٹھارہ ۱۸ برس بھی لکھے ہیں۔۔۔۔۔۔ عشرات حمیدی میں لکھا ہے کہ جو لوگ حضرت ایّوب علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ اُن میں سے بعض نے کہا کہ اگر اِن میں کچھ بھی بھلائی ہوتی تو اس بَلا میں مبتلا نہ ہوتے۔

اس سخت کلام نے اُن کے دلِ مبارک کو زخمی کر دیا۔ اور انہوں نے جناب الٰہی میں اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ (الانبیاء: ۸۳) عرض کیا۔ یا اسقدر ضعیف و ناتواں ہو گئے تھے کہ فرض نماز اور عرض و نیاز کے واسطے کھڑے نہ ہو سکتے تھے تو یہ بات اُن کی زبان پر آئی۔ یا کیڑوں نے دل و زبان میں نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا۔ یہ دونوں عضو توحید اور تمجید کے محل ہیں۔ اِنکے ضائع ہونے سے ڈر کر یہ کلمہ زبان پر لائے۔ یا اُن کی بی بی تمام تہیدستی اور بے چارگی کی وجہ سے اپنے گیسو بیچ کر اُن کے واسطے کھانا لائیں۔ ایّوب علیہ السلام نے اس حال سے مطلع ہو کر اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ کی آواز نکالی۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ اُن کے جسم مبارک میں جو کیڑے پڑتے تھے۔ اُن میں سے ایک کیڑا زمین پر گرا اور جلتی ہوئی خاک میں تڑپنے لگا۔ تو حضرت ایّوب علیہ السلام نے اُسے اُٹھا کر پھر اسی جگہ پر رکھ دیا۔ چونکہ یہ کام اختیار سے واقع ہوا۔ تو اُس نے ایسا کاٹا کہ ایّوب علیہ السلام تاب نہ لا سکے اور یہ کلمہ اُن کی زبان پر جاری ہوا۔" (تفسیر حسینی مترجم اُردو الموسومہ بہ تفسیر قادری جلد ۲ صفحہ ۴۳ مطبع نولکشور زیر آیت

رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (سورۃ انبیاء: ۸۴)

۳۔ حضرت ابواسحٰق ابراہیم بن احمد الخواص رحمۃ اللہ علیہ (جن کو حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے "سرہنگ متوکلان اور سالارِ مستسلمان" قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان کا توکل میں بڑا شاندار اور بلند درجہ تھا اس کے نشان اور کراماتیں بہت ہیں۔" (کشف المحجوب مترجم اُردو صہ ۱۴۳) ان کی نسبت حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"آخر عمر میں آپ کو دستوں کی بیماری لگ گئی۔ دن رات میں ساٹھ بار غسل کرتے۔ جب حاجت سے فارغ ہوتے غسل کر لیتے۔"

(تذکرۃ الاولیاء مترجم اردو باب ۴۱ مطبع علمی پرنٹنگ پریس صفحہ ۳۰۳ و ۳۰۴ و کشف المحجوب اردو صہ ۳۲۸)

۴۔ یہی حضرت ابراہیم الخواص رحمۃ اللہ علیہ اپنا ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:۔

"ایک روز میں نواحِ شام میں جا رہا تھا۔ تو انار کے درخت دیکھے۔ میرے نفس نے انار کی آرزو کی۔ مگر چونکہ تُرش تھے۔ اس لئے میں نے نہ کھائے۔ جنگل میں پہنچ کر ایک شخص کو دیکھا کہ بے دست و پا اور ضعیف ہے۔ اُس کے بدن میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔ اور بھڑیں اُس کو کاٹ رہی ہیں۔ مجھ کو اُس پر شفقت آئی اور کہا۔ کہ اگر تُو کہے تو میں تیرے لئے دُعا کروں۔ تاکہ اِس بلا سے تُو رہائی پائے۔ جواب دیا۔ "میں نہیں چاہتا۔" میں نے پوچھا۔ کیوں؟ جواب دیا۔ "اس واسطے کہ مجھے عافیت پسند ہے اور اُس کو بَلا۔ مگر میں اُس کی پسند کو اپنی پسند پر ترجیح دیتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اگر تم چاہو کہ اِن بھڑوں کو میں تم سے علیحدہ رکھوں۔ جواب دیا۔ "اے خواص! اپنے آپ سے شیریں انار کی آرزو علیحدہ رکھو۔ تو میری سلامتی چاہنا اپنے لئے ایسا دل چاہو جو کچھ آرزو نہ کرے۔" میں نے کہا۔ کہ تم نے کیسے جانا کہ میں خواص ہوں اور انارِ شیریں کی آرزو رکھتا ہوں"؟ جواب دیا۔ "جو حق تعالیٰ کو پہچانتا ہے اُس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔" میں نے کہا۔ "تمہاری حالت اِن بھڑوں اور کیڑوں کے ساتھ کیا ہے"؟ جواب دیا۔ "میری بھڑیں ڈنگ مارتی ہیں اور کیڑے کھاتے ہیں۔ مگر جب وہ ایسا ہی چاہتا ہے تو بہت اچھا ہے۔"

(ظہیر الاصفیاء۔ ترجمہ اُردو تذکرۃ الاولیاء۔ باب ۸۱ شائع کردہ حاجی چراغدین سراجدین لاہور بار سوم صفحہ ۴۹۶، ۴۹۷)

۵۔ حضرت پیرانِ پیر، غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے:۔

"ایک دفعہ آپ کو کچھ خلل اسہال کا ہوا اور رات بھر باون مرتبہ اتفاق جانے بیت الخلا کا عمل میں آیا ..... تو آپ نے باون مرتبہ ہی غسل تازہ کیا۔"

(گلدستۂ کرامات صہ ۳۹۳، نیز کتاب مناقب تاج الاولیاء مطبوعہ مصر صہ ۳۶)

۲۷۔ تصویر کھنچوانا

مرزا صاحب نے فوٹو کھنچوائی۔ حالانکہ لکھا ہے۔ "کُلُّ مُصَوِّرٍ فِی النَّارِ۔"

جواب :۔ (۱) تمہارے پیش کردہ کلیہ میں سے تو خدا تعالیٰ بھی مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ حالانکہ قرآن مجید میں ہے کہ وہ "مُصَوِّرٌ" ہے۔ جیسا کہ فرمایا :۔ "هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ"۔ (سورۃ الحشر: ۲۵)

(۲) قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے محل کے متعلق لکھا ہے :۔

"يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا"۔ (سورۃ سبا: ۱۴)

ب۔ ان آیات کا ترجمہ تفسیر حسینی الموسوم بہ قادری میں مندرجہ ذیل ہے :۔

"کام بناتے تھے جن سلیمان (علیہ السلام) کے واسطے جو چاہتے تھے سلیمانؑ۔ در اور دالان اچھے اور دیواریں خوب ۔۔۔۔۔ اور بناتے تھے مورتیں۔ اور فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کی صورتیں اس وضع پر کہ جس پر نہ کہ عبادت کے وقت رہتے تھے۔ تاکہ لوگ ان تصویروں کو دیکھ کر اسی صورت میں عبادت کریں۔ اور بناتے تھے حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے واسطے لکڑی وغیرہ سے کاسے۔ بڑے حوضوں کے مثل اور دیگیں اونچی اونچی ۔۔۔۔۔۔ کہا ہم نے کہ نیک کام کرو۔ اے آل داؤد! واسطے شکر ان نعمتوں کے کہ ثابت ہیں" (تفسیر قادری المعروف تفسیر حسینی اردو جلد ۲ صفحہ ۲۷۹)

ج۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں :۔

"اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْزَلَ عَلٰى اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَابُوْتًا فِيْهِ صُوَرُ الْاَنْبِيَآءِ مِنْ اَوْلَادِهٖ فَتَوَارَثَهٗ اَوْلَادُ اٰدَمَ اِلٰى اَنْ وَصَلَ اِلٰى يَعْقُوْبَ"

(تفسیر کبیر امام رازیؒ جلد ۲ صفحہ ۴۳۶ مصری)

"یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر ایک "تابوت" نازل فرمایا جس میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں ہونے والے سب نبیوں کی تصویریں تھیں۔ پس وہ صندوق اولادِ آدمؑ میں بطور ورثہ چلتا چلا آیا یہاں تک کہ حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچا"۔

د۔ تفسیر بیضاوی میں "تابوت سکینہ" (سورۃ البقرہ: ۲۵۰) کی تشریح میں لکھا ہے :۔

"قِيْلَ صُوَرُ الْاَنْبِيَآءِ مِنْ اٰدَمَ اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قِيْلَ اَلتَّابُوْتُ هُوَ الْقَلْبُ" (بیضاوی جلد ۱ صفحہ ۱۱۱ مطبع احمدی)

یعنی آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک سب انبیاء علیہم السلام کی تصویریں اس صندوق میں تھیں اور بعض نے کہا ہے کہ تابوت سے مراد دل ہے۔

(۳) اسی طرح سورۃ البقرہ: ۲۵۰ رکوع ۳۳ کی آیت :۔

"اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ" کی تفسیر میں لکھا ہے :۔

"تابوتِ سکینہ ایک صندوق تھا کہ سب انبیاء علیہم السلام کی تصویریں اس میں بنی ہوئی تھیں"۔

(تفسیر قادری ترجمہ اردو تفسیر حسینی جلد ۱ صفحہ ۸۲)

(۴) اصل بات یہ ہے کہ "تصویر" اور "فوٹو" میں باریک امتیاز ہے۔ ممنوع "تصویر" ہے فوٹو نہیں

تصویر سے مُراد اُبھری ہوئی صورت" یعنی "بُت" ہے۔ فوٹو درحقیقت "تصویر" نہیں بلکہ "عکس" ہوتا ہے اور فوٹو گرافی کو "عکاسی" کہتے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل تشریح درج ہے:۔

"اِنَّهٗ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ" يُرِيْدُ التَّمَاثِيْلَ الَّتِيْ فِيْهَا الْاَرْوَاحُ"

(بخاری جلد ۳ صفحہ مطبوعہ مطبع عثمانیہ مصر)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ فرشتے اُس مکان میں داخل نہیں ہوتے جس میں کُتا یا تصویر ہو۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد لفظ "تصویر" سے وہ بُت ہیں جن کے بارے میں مشرکین کا عقیدہ تھا کہ ان میں رُوحیں ہیں۔

(۵) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اس اعتراض کا مفصل جواب براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۹۳، ۱۹۴ پر تحریر فرمایا ہے۔ وہاں سے دیکھا جائے۔

۲۸۔ وفات

مرزا صاحب کی وفات ہیضہ سے ہوئی۔ سیرت مسیح موعودؑ مؤلفہ حضرت مرزا محمود احمد صاحب کے آخری صفحہ پر لکھا ہے کہ وفات کے قریب آپ کو دست آتے۔

جواب:۔ دستوں کا آنا ہیضہ کو مستلزم نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تو دستوں کی پُرانی بیماری تھی۔ چنانچہ ۱۹۰۳ء میں یعنی اپنی وفات سے چھ سال قبل حضرت اقدسؑ اپنی کتاب "تذکرۃ الشہادتین" صفحہ ۴۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے دستوں کی پُرانی بیماری ہے۔ نیز الزامی جواب کے لیے کتاب

مصنفہ فان کریمر ۱۸۹۱ء پڑھو۔ یہ کتاب پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

۲۹۔ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے

حدیث میں ہے "مَا قُبِضَ نَبِيٌّ اِلَّا دُفِنَ حَيْثُ يُقْبَضُ" مگر مرزا صاحب فوت لاہور میں ہوئے اور دفن قادیان میں۔

جواب (۱):۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کا راوی الحسین بن عبداللہ جس کے متعلق لکھا ہے۔

تَرَكَهٗ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَعَلِيُّ ابْنُ الْمَدِيْنِيِّ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ الْبُخَارِيُّ يُقَالُ: اَنَّهٗ كَانَ يَتَّهِمُ بِالزَّنْدَقَةِ"

(حاشیہ علامہ سندی بر ابن ماجہ صفحہ ۲۵۶ مصری)

یعنی امام احمد بن حنبلؒ اور علی ابن المدینیؒ اور نسائیؒ نے اِس راوی کو ترک کیا ہے اور امام بخاری نے کہا ہے کہ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ زندیق ہے۔

(ب) یہ حدیث کنزالعمال میں بھی ہے۔ وہاں لکھا ہے "لَمْ يُقْبَرْ نَبِيٌّ اِلَّا حَيْثُ يَمُوْتُ"

(جم عن ابی بکرؓ) وَفِيْهِ اِنْقِطَاعٌ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۲) کہ نبی جہاں مرتا ہے وہیں قبر میں رکھا جاتا ہے اس حدیث میں انقطاع ہے۔ گویا ناقابلِ قبول ہے۔

(ج) "وَقَدْ رُوِيَ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ يُدْفَنُوْنَ حَيْثُ يُقْبَضُوْنَ كَمَا رَوٰى ذَالِكَ ابْنُ مَاجَةَ بِاِسْنَادٍ فِيْهِ حُسَيْنُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَاشِمِيُّ وَهُوَ اَضْعَفُ"۔ (نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۱۱۲) کہ مروی ہے کہ انبیاء جہاں فوت ہوں وہاں مدفون بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ابن ماجہ نے اسکو روایت کیا ہے۔ اس سند سے جس میں حسین بن عبداللہ ہاشمی ہے جو کہ اوّل درجہ کا ضعیف راوی ہے۔

(د) ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:۔

"رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ غَرِيْبٌ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الْمُلَيْكِيُّ يُضَعَّفُ"۔ (مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۱۳۶ شرح مشکوٰۃ)

کہ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور ساتھ ہی کہا ہے کہ حدیث غریب ہے اور اس سند میں عبدالرحمٰن بن ملیکی ہے جو ضعیف ہے۔

نوٹ ۱۔ یہ روایت ترمذی ابواب الجنائز صفحہ ۱۴۰ میں ہے اور اس کے آگے ہی لکھا ہے کہ اس حدیث کا راوی عبدالرحمٰن بن ابی بکر ملیکی ضعیف ہے۔ نیز عبدالرحمٰن بن ابی بکر الملیکی کے بارے میں تہذیب التہذیب جلد ۶ صفحہ ۱۴۶ پر لکھا ہے کہ وہ "ضعیف" "مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ"۔ "لَيْسَ بِثِقَةٍ" "لَا يُتَابَعُ فِيْ حَدِيْثِهٖ"۔ "لَيْسَ بِشَيْءٍ"۔ "لَيْسَ بِقَوِيٍّ"۔ علاوہ ازیں اس روایت کا ایک اور راوی ابو معاویہ (محمد بن خازم الضریر الکوفی) ہے اس کی نسبت لکھا ہے کہ "اَبُوْ مُعَاوِيَةَ الضَّرِيْرُ فِيْ غَيْرِ حَدِيْثِ الْاَعْمَشِ مُضْطَرِبٌ لَا يَحْفَظُهَا حِفْظًا جَيِّدًا" (تہذیب التہذیب جلد ۹ صفحہ ۱۳۷، ۱۳۸)

۲۔ تم لوگ ایک حدیث پیش کیا کرتے ہو کہ "يُدْفَنُ مَعِيْ فِيْ قَبْرِيْ" (مشکوٰۃ کتاب الفتن باب نزول عیسٰی علیہ السلام فصل ۳) پس اگر یہ درست ہے کہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے تو بتاؤ۔ کیا عیسیٰؑ بوقتِ وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک میں داخل ہو کر آنحضرتؐ کی قبر پر لیٹ جائیں گے۔

۳۔ ایک حدیث بھی اس کی تردید کرتی ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:۔

"وَقَدْ جَاءَ اَنَّ عِيْسٰى بَعْدَ لُبْثِهٖ فِي الْاَرْضِ يَحُجُّ وَيَعُوْدُ فَيَمُوْتُ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَيُحْمَلُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَيُدْفَنُ فِي الْحُجْرَةِ الشَّرِيْفَةِ"۔ (مرقاۃ برحاشیہ مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۴۸۰ کتاب الفتن) کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ عیسیٰؑ زمین میں اپنی عمر کا زمانہ گذار کر حج کرنے جائیں گے اور پھر واپس آئیں گے اور مکہ اور مدینہ کے درمیان فوت ہونگے اور پھر وہاں سے مدینہ کی طرف اُن کو اُٹھا کر لے جایا جائیگا اور پھر آنحضرت صلعم کے حجرہ میں دفن کیا جائیگا۔

۴۔ یہ روایت واقعات کے بھی خلاف ہے۔

"رُوِيَ اَنَّ يَعْقُوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَاتَ بِمِصْرَ فَحُمِلَ اِلٰى اَرْضِ الشَّامِ مِنْ مِصْرَ وَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ حَمَلَ تَابُوْتَ يُوْسُفَ بَعْدَ مَا اَتٰى عَلَيْهِ زَمَانٌ اِلٰى اَرْضِ الشَّامِ مِنْ

مِصْرَ۔" (بحر الرائق شرح کنز الدقائق از شیخ اسمٰعیل حقی البروسوی متوفی ۱۱۳۷ھ جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ مصری۔ نیز روح البیان جلد ۱ صفحہ ۲۹۵)

کہ روایت ہے حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں فوت ہوئے۔ پس وہ مصر سے ارض شام کی طرف اُٹھا کر لائے گئے اور موسیٰ علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت بہت مدت گذرنے کے بعد شام میں لائے۔ (نیز شمائل ترمذی حاشیہ علیٰ صفحہ ۲۸ مصری)

۵۔ تفسیر حسینی میں لکھا ہے :۔

"یوسف صدیق علیہ السلام نے دُعا کی تھی کہ بنی اسرائیل جب تک اُن (حضرت یوسف علیہ السلام ناقل) کا تابُوت اپنے ساتھ نہ لے چلیں گے۔ مصر کے باہر نہ جاسکیں گے۔ اور ان لوگوں میں سے کسی کو خبر نہ تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کہاں دفن ہیں؟ پس خود حضرت موسیٰ علیہ السلام ندا کرتے تھے کہ جو کوئی مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کے صندوق کا پتہ دے وہ جو مُراد چاہے لے۔ قوم بھر میں سے ایک بڑھیا بڑی عمر کی بولی۔ کہ اِس شرط سے مَیں بتاتی ہوں کہ بہشت میں حضرت موسیٰؑ کی بی بی ہوں۔ اور اِسی شرط پر اُس نے بتایا۔ کہ وہ صندوق دریائے نیل کے گڑھے میں ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام اُس کے نکالنے میں مشغول ہوئے۔ جب چاند آدھے آسمان پر پہنچا تو اپنا کام کرکے راہ لی۔"

(تفسیر حسینی مترجم اردو جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ زیر آیت وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ۔ الشعراء: ۵۲ رکوع ۴)

۳۰۔ "يُدْفَنُ مَعِيْ فِيْ قَبْرِيْ"

جواب :۔ اِس کا مُفصّل جواب "حیاتِ مسیح کی تیرھویں دلیل" کے جواب مندرجہ صفحہ ۲۲۱ پاکٹ بک ہذا پر ملاحظہ فرمائیں۔

۳۱۔ وراثت

غیر احمدی :۔ (۱) بخاری میں ہے کہ نبیوں کا ورثہ نہیں ہوتا، لیکن مرزا صاحب کا ورثہ تھا۔ (۲) مرزا صاحب نے لڑکیوں کو ورثہ دینے کی مسلمانوں کو تلقین نہیں کی اور نہ آپ کی لڑکیوں کو ورثہ ملا۔

پہلے سوال کا جواب (۱) اُسی بخاری میں جہاں آنحضرت صلعم کی حدیث انبیاء کے ورثہ نہ ہونے والی درج ہے۔ وہیں پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مندرجہ ذیل تشریح بھی درج ہے :۔

"يُرِيْدُ بِذٰلِكَ نَفْسَهٗ" (بخاری کتاب المغازی باب حدیث بنی نضیر جلد ۳ صفحہ ۱۱ مطبع عثمانیہ مصر نیز تجرید بخاری مترجم اُردو جلد ۲ صفحہ ۲۳۵ روایت نمبر ۲۳ قصہ بنو نضیر) یعنی آنحضرت صلعم کی اس سے مراد صرف اپنا وجود تھا۔ باقی انبیاء کی وراثت کے متعلق بیان کرنا مقصود نہ تھا۔

(۲) قرآن مجید سے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی اس تشریح کی تائید ہوتی ہے کیونکہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ انبیاء کا ورثہ ان کے ورثاء نے لیا اور انبیاء نے بھی اپنے باپ کا ورثہ لیا۔ ملاحظہ ہو۔

ا۔ حضرت داؤد علیہ السلام خدا کے نبی اور بادشاہ تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے حضرت

سلیمان علیہ السلام آپ کے وارث ہوئے۔ تخت کے بھی اور نبوت کے بھی۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ (النمل : ۱۷) کہ حضرت سلیمان علیہ السلام وارث ہوتے حضرت داؤدؑ کے گویا نبی (سلیمانؑ) نے ورثہ لیا اور نبی (داؤد) کا ورثہ اُن کے وارث نے حاصل بھی کیا۔ چنانچہ حضرت امام رازیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

"قَالَ قَتَادَةُ وَرَّثَ اللّٰهُ تَعَالٰی سُلَیْمَانَ مِنْ دَاوٗدَ مُلْکَهٗ وَنُبُوَّتَهٗ"

{ تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۱۶۱ سطر ۱۲ مطبوعہ مصر زیر آیت وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمَانَ اِذْ یَحْکُمَانِ فِی الْحَرْثِ سورۃ الانبیاء آیت ۷۹ }

یعنی حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو حضرت داؤدؑ کا اُن کی حکومت اور نبوت دونوں کا وارث کیا۔ پس حضرت سلیمانؑ باوجود نبی ہونے کے اپنے باپ حضرت داؤدؑ نبی کے دنیوی و دینی جسمانی و روحانی میراث کے پانے والے ہوئے۔ سلیمان نے ہزار گھوڑا ورثہ میں پایا۔

(قصص الانبیاء مصنفہ عبدالواحد صفحہ ۲۰۱، تفسیر خازن و معالم التنزیل)

ب۔ اسی طرح حضرت امام رازیؒ کی تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۴۳۶ مطبوعہ مصر پر لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کا "تابوتِ سکینہ" حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا گیا اُس میں سب نبیوں کی تصویریں تھیں اور وہ اولادِ آدم میں بطور ورثہ منتقل ہوتے ہوتے حضرت یعقوبؑ تک پہنچا (اصل عبارت ملاحظہ ہو زیر عنوان "تصویر کھینچوانا" صفحہ ۱۹۶ پاکٹ بک ہذا۔

"ثابت ہوا کہ یہ صندوق حضرت اسحاقؑ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام نے ورثہ میں پایا۔

ج۔ حضرت زکریاؑ نے خُدا سے دُعا کی کہ اے خُدا! مجھے بیٹا عطا کر جو "یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ" (مریم : ۷) کہ وہ بیٹا میرا اور یعقوبؑ کے گھرانے کا وارث ہو۔ اِنَّ الْمُرَادَ مِنْ وِرَاثَةِ الْمَالِ (الوذی جلد ۲ صفحہ ۹)

دوسرے سوال کا جواب :۔ تمہارا یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بیٹیوں کو ورثہ نہیں ملا۔ سفید جھوٹ ہے۔ کاغذاتِ مال اس امر کے گواہ ہیں کہ حضرت اقدس کی دونوں بیٹیوں کو شریعتِ اسلام کے عین مطابق پورا پورا حصہ دیا گیا اور وہ اپنے اپنے حصوں پر قابض ہیں۔ یُوں ہی اپنے پاس سے گھڑ گھڑ کے جھُوٹے اعتراض کرنے سے کیا فائدہ ہے؟ نیز دیکھو کتاب حضرت مسیح موعودؑ کے کارنامے صفحہ ۱۱۸۔ باقی رہا یہ سوال کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی یا نہیں کہ لڑکیوں کو ورثہ دینا چاہیئے تو اس کا جواب یقیناً اثبات میں ہے۔ مندرجہ ذیل حوالجات ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ عام تعلیم کہ قرآن مجید کے تمام حکموں پر عمل کرو۔ (کشتی نوح صفحہ ۲۳، ۲۵ طبع اوّل و ایام الصلح صفحہ ۸۶، صفحہ ۸۵)

۲۔ خاص مسئلہ وراثت یا لڑکیوں کو حصہ دینے کے متعلق۔ (چشمۂ معرفت دوسرا حصہ صفحہ ۲۰۳)

۳۔ فاسقہ کے حق وراثت کے متعلق فتویٰ (بدر جلد ۹ نمبر ۴۹ صفحہ ۶ کالم ۲ مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۱۰ء و فتاویٰ

احمدیہ جلد ۲ صفحہ ۱۴)

۴۔ بیوی کی وفات پر مہر شرعی حصص کے ساتھ تقسیم کیا جائے۔ (فتاویٰ احمدیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲، ۱۳)

۵۔ نیز دیکھو آریہ دھرم ص ۱ تا ص ۴ طبع اوّل و مجموعہ اشتہارات جلد ا ص ۱۴۳ تا ص ۱۹۹ ؁۱۸۹۹ء

۶۔ "ورثہ کے متعلق۔۔۔۔۔ قرآن مجید نے مرد سے عورت کا حصّہ نصف رکھا ہے اس میں بھید یہ ہے کہ نصف اس کو والدین سے ترکہ میں مل جاتا ہے اور باقی نصف وہ اپنے سسرال میں جالیتی ہے۔"
(الحکم جلد ۱۲ ص ۲۲ ۲۶ مارچ ؁۱۹۰۸ء ص ۶ کالم ۳)

غیر احمدی:۔ حضرت امّاں جانؓ نے آپؑ کی وفات کے بعد وراثت میں سے کیوں حصّہ نہ لیا؟

جواب:۔ بربنائے تسلیم۔ اپنے حق کو اپنی مرضی اور خوشی سے ترک کر دینا اعلیٰ اخلاق میں سے ہے، نہ کہ قابلِ اعتراض۔ مثال ملاحظہ ہو:۔ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"ابو مجاہد سے مروی ہے کہ ابو قحافہ رضی اللہ عنہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ماجد) نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی میراث سے حصّہ شرعی نہیں لیا۔ بلکہ اپنے پوتے ہی کو دیدیا۔ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد چھ مہینے اور چند یوم تک ہی زندہ رہے۔"

{ تاریخ الخلفاء مترجم اُردو موسومہ بہ محبوب العلماء شائع کردہ ملک غلام محمد اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور مطبوعہ مطبع پبلک پرنٹنگ پریس ص ۱۰۴ فصل وفات ابوبکرؓ }

ایک ناقابلِ تردید ثبوت:۔ یہ ایک مانی ہوئی حقیقت ہے کہ قیام پاکستان سے پہلے بلکہ ۱۵ مارچ ؁۱۹۴۸ء تک پنجاب کے تمام اضلاع میں مُغل قوم کے تمام افراد شریعت کی بجائے "رواجِ زمیندارہ" کے پابند تھے مگر "رواجِ عام" پنجاب کی مشہور و معروف اور مستند ترین کتاب

The Digest of Customary Law

(پنجاب کا رواجِ زمیندارہ)

مصنفہ **Sir W.H. Rattigan** (سر ڈبلیو۔ ایچ۔ ریٹیگن) کے گیارھویں ایڈیشن مطبوعہ ؁۱۹۲۹ء کے ص ۱۸ پر لکھا ہے:۔

The family of the Mughal Barlas of Qadian, Tehsil Batala, is governed by Muhammadan Law.

"یعنی قادیان کا مغل برلاس خاندان رواجِ زمیندارہ کا نہیں بلکہ قانونِ شریعت کا پابند ہے۔"

اب دیکھنا چاہیئے کہ پنجاب کے تمام مُغلوں میں سے صرف قادیان کے اس مغل خاندان کو شریعت کے پابند ہونے کا فخر کیونکر حاصل ہوگیا؟ جبکہ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت سے قبل یہ خاندان بھی دوسرے مغل خاندانوں کی طرح رواجِ زمیندارہ کا پابند تھا؟ تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ ہی کے "احیائے شریعت" کے عظیم الشان کارنامہ کا ایک پہلو ہے پس بجائے اس کے کہ حضرت کے اس کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا

حاسدِ بد بیں اب بھی اعتراض کرنے سے باز نہیں آتا۔ یہ حقیقت ہے کہ حضور کی بعثت سے قبل حضور کا خاندانِ شریعت کی بجائے رواج کا پابند تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ حضور کی بعثت کے بعد یہ خاندان دیگر تمام باقی مغل خاندانوں سے بالکل منفرد ہو کر شریعت کا پابند ہو گیا۔ کیا یہ تغیّر مرزا کمال دین اور نظام دین کی کوششوں کے نتیجہ میں ہُوا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ماننا پڑیگا کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ کی قوتِ قدسیہ کا نتیجہ تھا کہ "ابنائے فارس" نے ابد تک کے لئے احیائے شریعت کا عَلَم اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

ع کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

۳۲۔ ایک بیٹے کے دو باپ یا ایک بیوی کے دو خاوند

احراری مقررین اپنے جوشِ خطابت میں جو جی میں آئے احمدیت کے خلاف اناپ شناپ کہتے چلے جاتے ہیں۔ اس قسم کی بے سروپا باتوں میں سے ایک احسان احمد شجاع آبادی کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"ایک نبی کی اُمّت کے ۷۲ فرقے ہو سکتے ہیں، لیکن جس طرح ایک بیوی کے دو خاوند نہیں ہو سکتے، اِسی طرح ایک قوم کے بیک وقت دو پیغمبر نہیں ہو سکتے۔"

(تقریر شجاع آبادی احراری مندرجہ اخبار "تعمیرِ نو" گجرات تبلیغ نمبر ۵ دسمبر ۱۹۷۹ء۔ صٓ کالم ۱)

احراری مقررین کے اس قسم کے لغو اعتراضات کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اور خیال آتا ہے کہ خدایا! کیا یہ لوگ فی الحقیقت اپنی ان باتوں کو درست بھی سمجھتے ہیں؟ یا کیا ان لوگوں کا مبلغ علم اسی حد تک محدود ہے کہ جس طرح ایک بیوی کے دو خاوند نہیں ہو سکتے اسی طرح ایک قوم کے بیک وقت دو پیغمبر نہیں ہو سکتے"؟ کیا ان لوگوں کو اتنا بھی علم نہیں کہ بنی اسرائیل میں بیک وقت حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ دو نبی تھے؟ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ بیک وقت نبی تھے، حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ بیک وقت نبی تھے۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰق علیہ السلام بیک وقت نبی تھے۔ پھر یہ لوگ کس بنا پر یہ کہنے کی جرأت کرتے ہیں کہ کسی قوم میں بیک وقت دو پیغمبر نہیں ہو سکتے؟ اور کس عقل کی بنا پر یہ لوگ "ایک بیوی کے دو خاوند" یا "ایک بیٹے کے دو باپ" کی بے معنے مثال پیش کرتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارونؑ کے بیک وقت ایک ہی قوم میں نبی ہونے سے کوئی حرج واقعہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگرچہ وہ دونوں براہِ راست نبی تھے، لیکن چونکہ شریعت موسیٰ علیہ السلام کی تھی اور حضرت ہارونؑ اُن کے تابع تھے۔ اس لئے نہ باپوں والی مثال ان پر صادق آتی ہے۔ نہ دو خاوندوں والی!

لیکن حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر تو یہ مثال کسی طور پر بھی صادق نہیں آسکتی کیونکہ حضرت مرزا صاحب۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح براہِ راست نبی نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "اُمّتی" اور غلام ہیں۔ کلمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہے شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے اور مسیح موعودؑ کا مقام صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور نائب کا ہے باپ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور مسیح موعودؑ آپ کا رُوحانی فرزند ہے یاد رہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی شرائط بیعت میں آپ کے ساتھ جس تعلق کے قیام کا عہد لیا جاتا ہے اس

کے الفاظ یہ ہیں کہ "اس عاجز سے تعلق اخوت رکھے گا" گویا جماعت احمدیہ کے افراد کا تعلق بانیٔ سلسلہ احمدیہ کیساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے "اخوت" کا ہے کیونکہ اُن کا رُوحانی باپ حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ پس اندھا ہے وہ دشمن جو یہ اعتراض کرتا ہے کہ احمدیوں کے عقائد کے رُو سے دُو باپ ماننے پڑتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:۔

مے خانہ وہی ساقی بھی وہی پھر اس میں کہاں غیرت کا محل
ہے دشمن خود بھینگا جس کو آتے ہیں نظر مخانے دُو

(کلام محمود صفحہ ۱۵۴)

پھر فرماتے ہیں:۔

شاگرد نے جو پایا اُستاد کی دولت ہے ۔۔۔ احمدؐ کو محمدؐ سے تم کیسے جُدا سمجھے

(کلام محمود صفحہ ۱۴۳)

ہمارا ایمان ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اس وجہ سے آپ "ابوالانبیاء" یعنی تمام اگلے اور پچھلے نبیوں کے باپ ہیں قیامت تک حضور ہی کی ابوّت چلے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام محض حضورؐ کے نائب اور روحانی فرزند کا ہے۔ اے کاش احراری معترضین کے دل میں خدا کا خوف ہو اور موت کا دن اُن کو یاد ہو جب اُس احکم الحاکمین کے سامنے حاضر ہو کر اپنے تمام اقوال و اعمال کے لیے جواب دہ ہونا ہوگا۔ اُس وقت یہ "جوش خطابت" یہ زبان کی چالاکیاں اور یہ اشتعال انگیز نعرے کام نہیں آئیں گے۔

۲۴۔ کیا نبی کے آنے سے قوم بدل جاتی ہے!

مولوی محمد علی صاحب احراری بھی ایک دُور کی کوڑی لاتے ہیں۔ آپ نے ہر مقام پر ہر احرار کانفرنس میں یہ نیا "علمی نکتہ" پیش کیا ہے کہ چونکہ قوم نبی سے بنتی ہے اس لیے ہر نئے نبی کے آنے پر اس کی قوم کا نام بھی بدل جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے یہودی کہلاتے تھے۔ مگر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے تو جن یہودیوں نے اُن کو مان لیا۔ وہ یہودی نہ رہے بلکہ "عیسائی" ہو گئے۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو جن عیسائیوں نے حضور کے دعویٰ کو قبول کر لیا وہ عیسائی نہ رہے بلکہ مسلمان کہلانے لگے۔ بعینہٖ اسی طرح اب مرزا صاحب کے ماننے والے "مسلمان" نہیں کہلا سکتے۔ اُن کو احمدی یا قادیانی کہا جائیگا کیونکہ انہوں نے ایک نیا نبی تسلیم کر لیا ہے۔

یہ ہے وہ مایۂ ناز اعتراض کہ جب گجرات احرار کانفرنس منعقدہ ۳۰ نومبر ۱۹۴۹ء کے موقع پر مولوی محمد علی احراری نے اسے بیان کیا تو "امیرِ شریعتِ احرار" نے اُچھل اُچھل کر اس "نئے نکتہ" پر انہیں دل کھول کر داد دی۔ بلکہ یہاں تک کہا "جا مَیں نے تجھے سارے ارمان بخش دیئے"۔ پھر مولوی محمد علی احراری نے ہر مقام پر یہی اعتراض دہرایا اور قریباً ہر جگہ "امیر شریعت احرار" نے اسی انداز میں انہیں داد علم و عقل کے

ساتھ یہی ڈرامہ دُہرایا۔

اب آیئے ! اس اعتراض کا تجزیہ کریں اور دیکھیں اس میں کس قدر صداقت اور سچائی ہے۔

پہلا مغالطہ :۔ اس مزعومہ دلیل میں پہلا مغالطہ تو یہ دیا گیا ہے کہ گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد پہلا نبی جو آیا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے درمیان قریباً چودہ سو سال کا فاصلہ ہے اس عرصہ میں بنی اسرائیل میں ہزاروں انبیاء آئے۔ حضرت یوشع بن نون ۔ داؤد ۔ سلیمان ۔ حزقیل ۔ سموئیل ۔ یوئیل ۔ ملاکی ۔ ایلیاہ ۔ میکاہ ۔ عزرا ۔ وغیرہ ہزاروں نبی ہیں جو حضرت عیسیٰؑ سے پہلے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک ہی قوم بنی اسرائیل میں آئے پس اگر یہ بات درست ہے ! کہ قوم نبی سے بنتی ہے اور نئے نبی کے آنے سے قوم بدل جاتی ہے تو پھر مولوی محمد علی صاحب احراری اور اُن کے اس "نکتہ" پر عش عش کر اُٹھنے والے احراری امیر شریعت بتائیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان کے بھائی ہارون جو نبی تھے تو اُن کے ذریعہ سے کونسی "نئی قوم" معرض وجود میں آئی تھی اور ان کے ماننے والوں کا نام کیا رکھا گیا تھا ؟ پھر ان کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پہلے خلیفہ حضرت یوشع علیہ السلام بن نون کے نبی ہونے پر جو نئی قوم پیدا ہوئی تھی وہ کونسی تھی ؟ اور اس کا کیا نام تھا ؟ اسی طرح اُن کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کے ذریعہ کونسی نئی قوم بنی تھی ! پھر ان کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے کس قوم کی تشکیل فرمائی تھی اُن کی قوموں کے کیا کیا نام تھے ؟ خود احراری معترض کو بھی مسلّم ہے کہ موسےٰ کی قوم کا نام یہودی تھا اور یہ نام قائم رہا جب تک کہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں آگئے ۔ تب جا کر بقول معترض اس قوم کا نام بدلا اگر قوم نبی سے بنتی ہے اور نئے نبی کے آنے سے پہلے نبی کی قوم کا نام بدل جاتا ہے تو پھر کیوں اس قوم کا نام چودہ سو سال تک نہ بدلا ؟ اور اگر اُس وقت باوجود اس کے کہ بقول قرآنِ مجید " ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا " (المومنون : ۴۵) "وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ" (البقرہ : ۸۸) کہ اللہ تعالیٰ نے پے بہ پے اور قدم بقدم رسول بھیجے مگر پھر بھی اس قوم کا نام نہ بدلا ۔ تو اب کیوں نام بدل جائیگا ؟ حقیقت یہ ہے کہ یا تو یہ لوگ علم دین سے بکلی بے بہرہ ہیں جو ایسی مضحکہ خیز باتیں کرتے ہیں کہ ایک طالب علم بھی دیکھ کر بے اختیار ہنس پڑے اور یا جان بوجھ کر مغالطہ آفرینی کرکے اپنا اُلو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔

دوسرا مغالطہ :۔ احراری معترض نے دوسرا مغالطہ یہ دیا ہے کہ گویا "یہودی" اس قوم کا نام ہوا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی ۔ حالانکہ تاریخ کا علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ یہودی حضرت موسےٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے بھی موجود تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام خود اپنی نبوت سے پہلے بھی یہودی تھے پولوس رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے باوجود خود کو "یہودی" قرار دیتا ہے ۔ (دیکھو اعمال باب ۲۲ آیت ۳)

کیونکہ یہودی "مذہب" نہیں بلکہ نسل ہے آج اس وقت دُنیا میں لاکھوں عیسائی موجود ہیں جو نسلاً یہودی ہیں ! پس احراری معترض کلیہ کہنا کہ موسیٰ کے ماننے والے "یہودی" کہلاتے اور حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والے

عیسائی بالبداہت باطل ہے۔

تیسرا مغالطہ:- احراری معترض نے تیسرا مغالطہ یہ دیا ہے کہ گویا "مسلمان" کا نام اور لقب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد مسلمانوں کو آپ پر ایمان لانے کے باعث دیا گیا۔ حالانکہ قرآن مجید سے صاف پتہ لگتا ہے کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ماننے والوں کا نام "مُسلم" تھا۔ قرآن مجید میں ہے۔

ا۔ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا۔
(آل عمران: ۶۸) کہ ابراہیم نہ یہودی تھا نہ عیسائی بلکہ خالص "مسلمان" تھا۔

ب۔ وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ۔ (البقرۃ: ۱۳۳) کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد کو یہ وصیت کی کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے دین (اسلام) کو چُن لیا ہے۔ پس تم پر ایسی حالت میں موت آئے۔ جبکہ تم مسلمان ہو۔

ج۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی دُعا قرآن مجید میں ہے:-
رَبِّ ..... تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ۔ (یوسف: ۱۰۲)
کہ اے میرے خدا! مجھے "مسلمان" ہونے کی حالت میں وفات دے اور مجھے صالحین کیساتھ ملا دے۔

د۔ موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کا نام بھی "مسلم" ہی تھا۔ قرآن مجید میں ہے کہ جب فرعون غرق ہونے لگا تو اس نے کہا۔

"قَالَ آمَنتُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ (یونس: ۹۱) کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ اُس خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لاتے ہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اگر موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کا نام "یہودی" تھا تو فرعون کو یہ کہنا چاہیئے تھا کہ میں "یہودی" ہوتا ہوں نہ یہ کہ "مسلمان" ہوتا ہوں۔

ھ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ماننے والوں کا نام بھی "مسلمان" ہی تھا۔ ملاحظہ ہو قرآن مجید میں ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کو جو خط لکھا۔ اس میں لکھا:- أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ (النمل: ۳۲) کہ میرے بالمقابل سرکشی نہ کرو اور میرے پاس "مسلمان" ہو کر آجاؤ۔

و۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کا نام بھی "مسلمان" ہی تھا۔ قرآن مجید میں ہے:-
"فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ فَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ" (آل عمران: ۵۳) کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے محسوس کیا کہ ان کے مخالفین ان کی نبوت کے انکار پر مُصر ہیں تو انہوں نے اعلان کیا کہ خدا کے دین کا مددگار کون ہے؟ حواریوں نے عرض کیا کہ ہم خدا کے دین کے انصار ہیں۔ پس اے عیسیٰ آپ گواہ رہیں کہ ہم "مسلمان" ہیں پس قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ہر سچے نبی کے پیروں کا نام "مسلمان" ہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ

اَلْاِسْلَامُ" (آل عمران : ۲۰) خدا کے نزدیک صحیح اور درست ایک ہی مذہب ہے جس کا نام اسلام ہے پس خدا کی طرف سے جو بھی نبی آئیگا وہ خدا کے دین "اسلام" ہی کی طرف انسانوں کو دعوت دیگا اور اس کے ماننے والوں کا نام "مسلم" ہی ہوگا۔

۴۴۔ حضرت مرزا صاحب کے ماننے والوں کا کیا نام رکھا گیا

احراری معترض نے یہ مغالطہ بھی دیا ہے کہ خود حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کا نام "مسلمان" نہیں رکھا بلکہ "احمدی" رکھا۔ اور مردم شماری کے کاغذوں میں بھی جماعت کو "احمدی" کا نام لکھانے کی ہدایت کی حالانکہ یہ محض تلبیس اور جھوٹ ہے۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب نے ہرگز اپنی جماعت کا نام محض "جماعتِ احمدیہ" یا اپنے ماننے والوں کا نام محض "احمدی" نہیں رکھا۔ اور نہ اپنی جماعت کو محض "احمدی" نام مردم شماری کے کاغذوں میں لکھانے کی ہدایت فرمائی جس اشتہار میں حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کا نام تحریر فرمایا ہے وہ ۴ نومبر ۱۹۰۰ء کو شائع ہوا اور تبلیغ رسالت جلد ۹ صفحہ ۹۰ تا ۹۱ پر موجود ہے اس میں حضور تحریر فرماتے ہیں :۔

"یاد رہے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں سے یہ فرقہ جس کا خدا نے مجھے امام اور پیشوا اور رہبر مقرر فرمایا ہے ایک بڑا امتیازی نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے۔" (مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۳۵۷)

"اور وہ نام جو اس سلسلہ کے لیے موزوں ہے جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کیلئے پسند کرتے ہیں وہ نام مسلمان فرقہ احمدیہ ہے اور جائز ہے کہ اس کو احمدی مذہب کے مسلمان کے نام سے بھی پکاریں۔ یہی نام ہے جس کے لیے ہم گورنمنٹ میں درخواست کرتے ہیں کہ اسی نام سے اپنے کاغذات اور مخاطبات میں اس فرقہ کو موسوم کرے یعنی "مسلمان فرقہ احمدیہ"۔ (مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۳۶۴، ۳۶۵)

"اس فرقہ کا نام "مسلمان فرقہ احمدیہ" اس لیے رکھا گیا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے" ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔"

(دیکھو اشتہار ۴ نومبر ۱۹۰۰ء و تبلیغ رسالت جلد ۹ صفحہ ۹۰، ۹۱)

پس جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے خود اپنی جماعت کے لیے لفظ "مسلمان" کو ترک کر دیا ہے وہ جان بوجھ کر لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ جماعت احمدیہ مسلمان فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے جس طرح دوسرے تمام فرقوں کے علیحدہ علیحدہ امتیازی نام ہیں۔ مثلاً "اہلسنت والجماعت" "حنفی" یا "اہلحدیث" یا شیعہ وغیرہ اسی طرح اس فرقہ کا بھی "احمدی" نام ہے، لیکن جس طرح باقی سب فرقے "اسلام" کے فرقے ہی ہیں۔ بلکہ اصل اور حقیقی اسلام کے حامل ہونے کے مدعی ہیں۔ اسی طرح اس فرقہ کا بھی دعویٰ ہے کہ اصل اور حقیقی اسلام اسی فرقہ میں ہے۔